Spot CMYK#Waheed

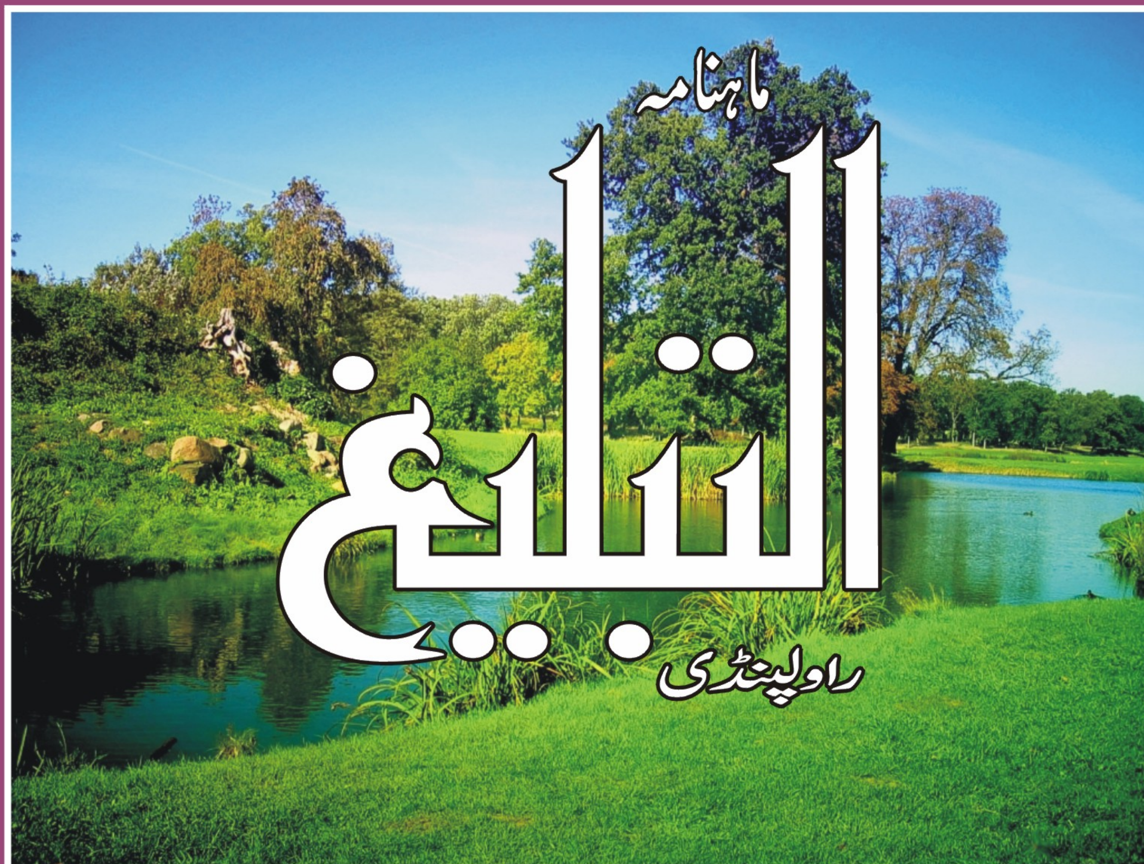

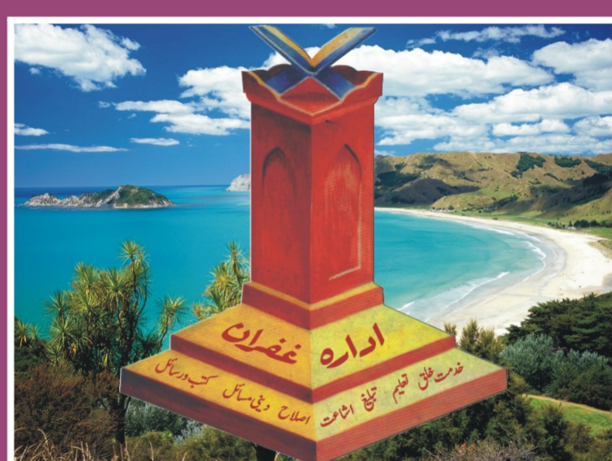

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... دیر سے سونے اور دیر سے اُٹھنے کا مرض .... مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن .... سورہ فاتحہ (قسط ۲) .... مفتی محمد رضوان ۱۰

درسِ حدیث .... سورج اور چاند گرہن کیوں ہوتا ہے؟ .... محمد یونس ۱۳

مقالات ومضامین واصلاحِ معاشرہ:

بجلی کا ضیاع اور لوڈ شیڈنگ .... مفتی محمد رضوان ۱۷

ماہِ ربیع الثانی .... // // ۱۹

سلام کے آداب .... // // ۲۱

رشوت اور اس کی مروجہ صورتیں (چوتھی وآخری قسط) .... محمد یونس ۲۳

مکتوباتِ مسیح الامت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط ۲) .... ترتیب: مفتی محمد رضوان ۲۴

تعلیماتِ حکیم الامت (اصلاح العلماء والمدارس) علماء واہل مدارس کی کوتاہیوں کے نقصانات ..... // // ۲۷

دجّالی فتنہ اور مسلمانوں کے موجودہ حالات .... محمد امجد ۳۰

بے جا طلاق کے نقصانات اور اس کا صحیح طریقہ (دوسری اور آخری قسط) .... طارق محمود ۳۶

صحابیِ رسول حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ .... انیس احمد حنیف ۴۰

علم کے مینار ..... دھوبی گھاٹ سے فقیہِ زمانہ اور قاضیِ وقت تک .... محمد انس ۴۶

تذکرۂ اولیاء: .... شیخ ابوحازم رحمہ اللہ .... طارق محمود ۴۹

پیارے بچو! .... آج کل کے دوست کھاتے ہیں گوشت .... ابوریحان ۵۴

بزمِ خواتین .... چار مثالی خواتین (قسط ۲) .... منظور احمد ۵۸

آپ کے دینی مسائل کا حل..... سگریٹ نوشی کا شرعی حکم .... دارالافتاء ۶۴

کیا آپ جانتے ہیں؟ : معاشرہ کی مختلف نظریاتی وعملی خرابیوں کا جائزہ...... مفتی محمد رضوان ۷۰

حیرت کدہ ..... چین کے شاہی مقبرے اور ملکُ الموت .... محمد امجد ۷۴

طب وصحت .... ملیریا .... حکیم محمد فیضان ۷۷

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز .... محمد امجد ۸۰

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں .... ادارہ ۸۱

Mahdi .... عرفان الٰہی ۸۴

اداریہ

مفتی محمد رضوان

دیر سے سونے اور دیر سے اُٹھنے کا مرض

پہلا حصّہ دن کا یارب آج کے | بہتری کا ہو سبب حق میں مرے
پہلے حصے میں ہو اس دن کی صلاح | مجھ کو اور ہو پچھلے حصے میں فلاح
آخری حصے کو اس کے اے خدا | کامیابی کا مری باعث بنا
الغرض از ابتدا تا انتہاء | ہو یہ دن یارب مرے حق میں بھلا

(مناجاتِ مقبول)

کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایک ملک پر کافر دشمنوں نے غلبہ حاصل کر کے مسلمان بادشاہ کو قلعہ میں بند کر دیا اور ملک بدر کرنے کا فیصلہ کیا، یہ بادشاہ اپنے خادم کے ہمراہ قلعہ میں قید و بند حالت میں اپنی اور مسلمانوں کی حکومت کے زوال کی آخری رات گزار رہا تھا، ساری رات بے چینی و پریشانی کی حالت میں گزری، یہاں تک کہ صبح فجر کا وقت داخل ہو گیا، بادشاہ نے یہ مبارک و منور اور سُہانا وقت اس سے پہلے نہ دیکھا تھا، اس لئے بادشاہ نے حیرت و تعجب کے انداز میں اپنے خادم سے کہا کہ آج کا یہ وقت کتنا پیارا اور سُہانا معلوم ہو رہا ہے... خادم نے پلٹ کر جواب دیا ''جہاں پناہ! معاف فرمایئے، اگر ہمیں اور ہماری قوم کو روزانہ یہ قیمتی اور مبارک وقت دیکھنا نصیب ہوا کرتا تو آج یہ بری گھڑی دیکھنی نہ پڑتی''

مطلب یہ تھا کہ روزانہ رات کو غفلت اور سُستی میں پڑے رہ کر صبح کا یہ وقت بستروں پر سوتے ہوئے گزر جاتا تھا، اگر روزمرہ اس وقت میں خدا تعالیٰ کے ذکر و فکر میں لگنے کی توفیق ہوا کرتی تو آج بادشاہ سمیت پوری قوم پر یہ زوال نہ آتا۔

اور قطع نظر اس واقعہ سے حقیقت بھی یہی ہے کہ جس قوم کا مزاج رات کو دیر تک فضولیات و خرافات میں مست رہ کر صبح کا مبارک وقت سوتے رہنے کی حالت میں گزارنے کا بن جائے تو پوری قوم زوال کا شکار ہو جاتی اور ذلت و پستی اس قوم کا مقدر بن جاتی ہے۔

بدقسمتی اور شامتِ اعمال سے آج پھر قوم پر وہی بُرا وقت آن پڑا ہے، رات کو دیر تک مختلف پروگراموں، تقریبات اور فضولیات میں لگے رہنے اور پھر اس کی وجہ سے صبح کے ابتدائی بابرکت وقت میں سوئے

پڑے رہنے کا مزاج ہماری قوم کے رگ و پے میں سما گیا ہے۔ پہلے زمانہ میں رات کو جلدی سونے اور پھر صبح کو جلدی بیدار ہونے کی عادت کی وجہ سے صبح سویرے گلی محلوں میں چلت پھرت اور چہل پہل شروع ہوجاتی تھی، کاروباری مشاغل کی رونق لوٹ آتی تھی، جیسا کہ بہت سے دیہات میں آج بھی یہی صورتِ حال ہے، اور آج بھی پرندے اس فطری نظام پر عمل پیرا ہیں، صبح کے وقت تمام پرندے اپنے اپنے گھونسلوں سے نکل کر دن بھر کی مصروفیات اور رزق کی تلاش میں نکل جاتے ہیں، درودیوار پر پرندے چہچہانا شروع ہوجاتے ہیں، مؤذن کی صدا ''اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡم'' کہ نیند سے نماز بہتر ہے'' ہر طرف گونجتی ہے، دیہاتی لوگ صبح سویرے کھیتی باڑی کے لئے نکل جاتے ہیں۔

مگر شہری زندگی میں صبح کا سب سے بابرکت وقت ہی سب سے زیادہ بے رونق، سب سے زیادہ سُنسان نظر آتا ہے، اِس وقت گلیاں خالی، سڑکوں پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر اور اکثر دوکانیں اور بازار بند پڑے ہوتے ہیں، اس وقت شہری لوگوں کی اکثریت مُردہ بے جان لاشوں کی طرح بستروں پر پڑی سوئی ہوتی ہے، شیطان کے مسلّط ہوجانے کی وجہ سے غفلت و سستی اور نحوست کا غلبہ ہوتا ہے۔

شہری زندگی میں اکثر لوگوں کی عادت یہ بن چکی ہے کہ جو کام دن میں کرنے کے تھے وہ رات کو کئے جانے لگے ہیں اور جو کام رات کے تھے وہ دن میں کئے جانے لگے ہیں۔ ظاہر ہے کہ رات اور دن کی تقسیم قدرت کی جانب سے مقرر کی گئی ہے اور ان دونوں کے معمولات و وظائف کی تقسیم و ترتیب بھی اسی ذاتِ حق کی طرف سے طے کردی گئی ہے، جس نے رات اور دن کو پیدا فرمایا اور خالق و مالک سے زیادہ اپنی مخلوق و مملوک کے اچھے و بُرے اور نفع و نقصان کے حالات کو اور کون جان سکتا ہے، قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کے فطری نظام و معمول کو مختلف پیراؤں سے بیان کر کے انسانیت کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ ان اوقات کو اپنی اصل نہج پر رکھ کر فائدہ اٹھائیں۔

وَمِنۡ رَّحۡمَتِہٖ جَعَلَ لَکُمُ الَّیۡلَ وَالنَّھَارَ لِتَسۡکُنُوۡا فِیۡہِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِہٖ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ (سورہ قصص آیت ۳)

''اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تاکہ تم رات میں آرام کرو اور تاکہ (دن میں) اس کی روزی تلاش کرو اور تاکہ (ان دونوں نعمتوں پر) تم (اللہ کا شکر کرو''

سورہ فرقان کی آیت ۴۷، سورہ انعام کی آیت ۹۶، سورہ نبا کی آیت ۱۱، سورہ یونس کی آیت ۶۷، اور سورہ

المومن آیت ۶۱ میں بھی اسی قسم کا مضمون وارد ہوا ہے۔

اے خدائے پاک اے ربِ جہاں — شب سے تو ہی صبح کرتا ہے عیاں
بخشتا ہے صبح کو تو ہی ظہور — شب کی تاریکی کو کردیتا ہے دُور
شب کو تو ہی اے خدائے بے چگوں — ہے بناتا وقت آرام و سکوں

شہری زندگی میں تو نو دس بجے سے پہلے عموماً بازار اور مارکیٹیں کھلنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

گھروں میں خواتین کو بھی دیر سے اٹھنے کی وجہ سے صبح کے کام کاج اور صفائی وغیرہ سے فارغ ہوتے ہوتے دوپہر ہو جاتی ہے، بعض لوگ صبح کا ناشتہ دس بارہ بجے سے پہلے نہیں کرتے، صبح سے ہی معمول خراب ہو جانے کی وجہ سے رات کا کھانا بھی مؤخر ہو جاتا ہے، اور کھانا کھانے کے بعد چہل قدمی کے بغیر ویسے ہی سو جاتے ہیں، اگر کھانا عشاء سے پہلے کھا کر عشاء کی نماز پڑھ لی جایا کرتی تو درمیانی وقفہ اور نماز کے عمل سے کھانا ہضم ہونے میں مدد حاصل ہوتی۔

گھروں میں عام طور پر ٹیلی ویژن کے پروگرام چلا کر رات کا اکثر حصہ ضائع کر دیا جاتا ہے، کوئی کھانے کی تقریب ہو یا نکاح کی یا پھر کسی اور پروگرام کی نشست، رات کو غیر معمولی تاخیر سے اس کا افتتاح کیا جاتا ہے، اور شاید ہی مقررہ وقت پر کسی تقریب کا آغاز ہوتا ہو، اگر کوئی شریف آدمی صبح کو تہجد یا فجر کی ادا نماز کے لئے اٹھنے والا اس تقریب میں پہنچ جائے تو اس کی تہجد اور فجر کی نماز کا تو اللہ ہی حافظ ہوتا ہے... گھنٹوں گھنٹوں بعد شرکاء اور دعوتی حضرات پہنچ پاتے ہیں، کیونکہ نہ انہیں صبح جلدی اٹھ کر فجر کی نماز بروقت پڑھنے کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی صبح کے ابتدائی وقت کی قدر و قیمت کا کوئی احساس، بے شمار لوگ اور خاص کر نوجوان رات کے وقت گھروں سے نکل جاتے ہیں اور آدھی رات یا اس سے بھی زیادہ تک گلی، محلوں، بازاروں، یا ہوٹلوں میں بیٹھ کر فضول غپ شپ میں مصروف رہتے ہیں یا پھر سینما میں پہنچ کر رات کے آخری حصہ میں اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں، اور بہت سے لوگ سیر و تفریح کا سب سے عمدہ صبح کا وقت چھوڑ کر رات کے وقت پارکوں اور تفریح گاہوں میں پہنچتے ہیں، بعض لوگ وہ ہیں جو رات کو برقی قمقموں کی روشنی سے دل بہلانے کے لئے باہر نکلتے ہیں، مگر یہ روشنی ان کے دلوں میں غفلت کا اندھیرا پیدا کر دیتی ہے ۔ کہیں مجھ کو ڈس نہ جائیں یہ اندھیرے بجلیوں کے — جو دلوں میں نور کر دے وہی روشنی عطا کر

کھیل کود کے میدان بھی لوگوں کی اس بُری عادت کی وجہ سے رات کو سجنے لگے ہیں، کسی سے ملنا جلنا ہو

یا اسی قسم کا کوئی اور فرصت طلب کام ہو، اس کے لئے بھی رات کا وقت ہی منتخب کیا جاتا ہے اور اس وقت کو سب سے زیادہ فارغ سمجھا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے ''رات اپنی اور دن پرایا''

ہمارے شہروں میں عموماً رات کو دیر تک کاروباری مشاغل جاری رکھنے کی رسم پڑ گئی ہے، بہت سی مارکیٹیں اور بازار تو دن کے بجائے رات کے وقت ہی کھلتے ہیں، جہاں رات بھر عورتوں اور مَردوں کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، ممکن ہے کہ رات کو بازار آنے والوں میں بعض مجبور لوگ بھی ہوتے ہوں لیکن ان میں اکثریت رات کے وقت گھومنے پھرنے اور بلا وجہ جاگتے رہنے کا مشغلہ بنانے اور دن میں پڑے سوتے رہنے والوں کی ہوتی ہے۔ رات کو دیر تک کاروباری مصروفیات جاری رکھنے اور زیادہ سے زیادہ پیسہ جمع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مگر قدرت نے رات کی بجائے صبح کے وقت کے کاروبار میں جو برکت رکھی ہے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔

جب سے برقی قمقموں کی روشنیوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس وقت سے صورتِ حال زیادہ خراب ہوگئی ہے اور ان مصنوعی روشنیوں نے ظاہری سطح پر رات ودن کی تمیز ختم کر دی ہے، بعض شہروں کا نام ہی رات کی روشنیوں کی وجہ سے ''روشنیوں کا شہر'' رکھ دیا گیا ہے، کیونکہ ان شہروں کے لوگ عام طور پر سورج کی فطری روشنی کے بجائے مصنوعی بجلی کی روشنی میں کام کرنے کے عادی ہوگئے ہیں، یہ لوگ دن بھر پڑے سو کر رات کے حصہ میں ہی اپنے مشاغل انجام دیتے ہیں لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ اصلی اور فطری نظام تو رات ودن اور ان کے معمولات وظائف کا وہی ہے جو بجلی ایجاد ہونے سے پہلے تھا پھر ہمارے ملک میں بجلی کی پیداوار اور وسائل کی قلت کا جو عالَم ہے اس کے پیشِ نظر بھی عقل کا تقاضا یہ تھا کہ صبح ہی سے سورج اور دن کی روشنی میں اپنے ضروری مشاغل سے فارغ ہو کر رات کو بجلی کے استعمال سے بچ کر آرام کیا جاتا، نہ یہ کہ رات کو تو دیر تک جاگ کر بجلی کا بے تکا استعمال ہو اور صبح کے وقت کو فضول ضائع کر دیا جائے، رات کو جلدی سو کر صبح جلدی اٹھنے کی عادت بنا لینے سے ہمارے ملک میں بجلی کی بہت بڑی مقدار محفوظ ہو کر گاؤں، دیہات اور پسماندہ علاقوں تک پہونچ سکتی اور کئی مجبوریوں اور ضرورتوں میں کام آ سکتی تھی، ساتھ ہی لوڈ شیڈنگ کے مسئلہ سے بھی کافی حد تک حفاظت ہو سکتی تھی، نیز مہنگائی میں بھی کافی حد تک کمی آ سکتی تھی، مگر ہماری قوم کو ان نتائج اور تفصیلات کے سوچنے کی فرصت کہاں ہے؟ کچھ عرصہ پہلے پاکستان کی حکومت نے چند ماہ کے لئے دفتری اوقات کو پیچھے کر کے کچھ جلدی کا وقت مقرر کیا تھا، جس کے پیشِ نظر تجزیہ نگاروں کی رائے

کے مطابق کافی مقدار میں بجلی کی بچت ہوئی تھی۔ مگر ہماری قوم کے دیر سے اٹھنے اور دیر سے پہونچنے کے پہلے سے بنے ہوئے مزاج نے اس پر عمل درآمد میں کافی مشکلات پیدا کیں، جس کی وجہ سے تاخیر سے ڈیوٹی پر پہنچنا دوسرے اعتبار سے قوم کے اجتماعی نقصان کا سبب اور خسارے کا باعث بنا، اور اس سے کوئی معتدبہ فائدہ حاصل نہ کیا جاسکا۔

یادرکھئے رات کو دیر تک جاگ کر غیر ضروری کاموں میں منہمک رہنا زمانۂ جاہلیت کے کارناموں میں سے ہے، زمانۂ جاہلیت میں رات کو دیر تک جاگ کر اپنے آباء واجداد کی بہادری اور جنگوں کے قصے کہانیاں سنانے کا بے حد رواج تھا، لیکن حضور اکرم ﷺ نے اس بے ہودہ رسم کا یکسر خاتمہ فرمادیا (بخاری ومسلم) اسی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی کو عشاء کے بعد فضول کاموں میں مصروف دیکھتے تو تنبیہ فرماتے اور بعض کو سزا بھی دیا کرتے تھے (قرطبی)

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر جلدی سویا جائے اور صبح جلدی اٹھنے کا معمول بنایا جائے، رات کو جاگ کر صبح کا بابرکت اور قیمتی وقت ضائع کردینا کوئی عقل مندی و ہوش مندی کی نشانی نہیں۔

صبح کو دیر تک سونے والے کے بارے میں ایک حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کے کانوں میں شیطان پیشاب کرجاتا ہے (بخاری، مسلم، مسند احمد، بیہقی، نسائی) جو سونے والے کے جسم میں سرایت کرجاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس پر سستی اور غفلت غالب آجاتی ہے (مرقاۃ وفتح الباری) اور اس کا مشاہدہ بھی ہے کہ دیر تک سونے والوں کو چستی، بشاشت اور طبیعت میں تازگی محسوس نہیں ہوتی، عموماً مزاج میں بھی چڑ چڑا پن پیدا ہوجاتا ہے اور دماغ اور اعصاب میں کھچاؤ اور تناؤ رہتا ہے،

طبی نقطۂ نظر سے عام حالات میں سات گھنٹہ تک نیند کرلینا صحت کے لئے کافی ہوجاتا ہے اور یہ مقدار عشاء کی نماز کے بعد جلدی سوکر صبح فجر کی نماز کے لئے اٹھ جانے کی صورت میں بآسانی پوری کی جاسکتی ہے، البتہ موسمِ گرما میں چند دنوں کے لئے کمی واقع ہوسکتی ہے، ان دنوں میں یہ کمی دوسرے اوقات میں پوری کی جاسکتی ہے، دوپہر کو قیلولہ کرنا ویسے بھی سنت ہے، اگر اس مُردہ سنت پر عمل کیا جائے تو نہ صرف مطلوبہ مقدار پوری کی جاسکتی ہے، بلکہ اس کی برکت سے صبح جلدی اٹھنے میں بھی مدد حاصل کی جاسکتی ہے (کمافی حدیث ابن ماجۃ، وابن خزیمہ) اور مُردہ سنت زندہ کرنے کی فضیلت کا ثواب علیحدہ ہے۔

اگر دوپہر کے قیلولہ میں کوئی عذر ہو تو صبح فجر کی نماز پڑھنے کے بعد بھی نیند کی مطلوبہ مقدار پوری کرنے کی

گنجائش ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد سویا جائے، کیونکہ بعض روایات سے فجر کے بعد سونے کا ناپسندیدہ ہونا ثابت ہوتا ہے (کذا فی مجمع الزوائد ج۲ ص۰۷ عن ابن عمرو)

صبح کے وقت میں برکت

صبح کا وقت ہر اعتبار سے برکت کا وقت ہے، حضور ﷺ نے اپنی امت کے لئے صبح کے وقت کے کاموں میں برکت کی دعا فرمائی ہے (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ و احمد)

اور کھلی آنکھوں صبح کے کاموں کی برکت کا مشاہدہ بھی کیا جا سکتا ہے، جو لوگ صبح سویرے کام کے عادی ہوتے ہیں ان کے پورے دن میں برکت رہتی ہے اور اس کے برخلاف جو لوگ صبح پڑ کر اور سو کر گزار دیتے ہیں ان کے سارے کام ویسے ہی پڑے رہتے ہیں اور ختم نہیں ہوتے۔ دن بھر کے معمولات و مشاغل اور رزق میں بے برکتی، اور جسم میں سستی رہتی ہے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کو سونے سے رزق میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے (مسند احمد، بیہقی، مجمع الزوائد)

ہم اپنی ناقص عقل کی روشنی میں اگرچہ بے برکتی کا مشاہدہ نہ کر سکیں لیکن کسی نہ کسی شکل میں بے برکتی کا سامنا کرنا ہی پڑ جاتا ہے، خواہ اس طرح کہ جو مزید رزق ملنے والا تھا اس کو روک دیا جاتا ہے یا اس طرح کہ جو موجود ہے وہ کسی مفید کام میں خرچ ہونے کے بجائے غیر مفید مصرف میں لگ جاتا ہے۔

رزق کی تنگی اور بے برکتی روحانی اعتبار سے بھی ہوتی ہے اور جسمانی اعتبار سے بھی، چنانچہ تجارت، زراعت، علم وغیرہ میں کمی واقع ہوتی ہے اور اس کے برعکس اگر صبح کے اوقات میں یہ کام کئے جائیں تو ان میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے برکت ڈال دی جاتی ہے

اطباء و ماہرین کے مطابق صبح کا وقت ورزش اور ہوا خوری کے لئے بھی چوبیس گھنٹوں کے اوقات میں زیادہ موزوں اور مفید ہے، مگر اس وقت کی ہوا عموماً در و دیواروں سے لگ کر ہی ختم ہو جاتی ہے اور انسانی جسم جو سب سے زیادہ اس کے محتاج ہیں وہ محروم رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ رات کا سونا اور آرام کرنا بھی صبح اور دن کے مقابلہ میں طب و صحت کے اعتبار سے زیادہ نفع بخش اور کارآمد قرار دیا گیا ہے، کیونکہ رات کا آرام فطری اور اپنی اصل وضع کے عین مطابق ہے۔ اگر رات کو جلدی سو کر صبح جلدی اٹھا جائے اور کچھ سیر و تفریح، ورزش کا معمول بنایا جائے تو صحت کی حفاظت اور کئی بیماریوں سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔

فجر کی نماز کی اہمیت

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوتے وقت شیطان انسان کے اوپر سستی اور غفلت کی گرہیں لگا دیتا ہے، صبح کو وقت پر اٹھ کر وضو کر کے نماز پڑھ لی جائے تو اس سے حفاظت ہو جاتی ہے ورنہ یہ سستی اور غفلت غالب ہی رہتی ہے (ملاحظہ ہو بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، موطا مالک، مسند احمد، مرقاۃ ج۳ ص۱۴۱)

اس کے علاوہ فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اور یہ اِس وقت کی نماز پڑھنے والوں کا ذکرِ خیر لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹتے ہیں (بخاری و مسلم، ترمذی) فجر کی نماز کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر ساری رات عبادت میں مصروف رہ کر فجر کی نماز چھوڑ دی جائے تب بھی اس سے بہتر یہ ہے کہ رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے آپ کو فضولیات سے بچاتے ہوئے سو جائے اور فجر کی نماز اپنے وقت پر پڑھ لی جائے اس سے اللہ تعالیٰ اسے ساری رات عبادت کرنے والوں میں شمار کر دیتے ہیں (مسلم، موطا مالک)

جو حضرات رات کو دیر تک دینی و علمی کاموں میں مشغول رہ کر صبح فجر کی نماز وقت پر پڑھنے سے محروم رہتے ہیں، وہ بھی مذکورہ حدیث پر غور فرما لیں۔

صبح سویرے اُٹھنے کے آسان نُسخے

صبح کو جلدی اٹھنے کا اصل علاج یہ ہے کہ سونے سے پہلے فجر کی نماز کی فکر اور سوتے رہنے سے اللہ کی پکڑ، مال و جان میں بے برکتی اور نحوست پیدا ہونے کا یقین ہو اور اس کے برعکس صبح کو جلدی اٹھنے میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کی امید اور آخرت کے ثواب کا یقین ہو۔ اور اس کے ساتھ ہمت بھی کی جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے ہی آنکھ کھلے انگڑائیاں یا کروٹیں لینے کے بجائے فوراً اٹھ جائے۔

اس کے علاوہ رات کو کھانا زیادہ پیٹ بھر کر نہ کھائیں اور جلدی سونے کی کوشش کریں، رات کو عشاء کی نماز کے بعد فضولیات خصوصاً ٹی وی وغیرہ کے پروگراموں سے بچیں، اور سورہ کہف کی آخری آیات ''اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ'' سے آخر سورت تک پڑھ کر صبح آنکھ کھلنے کی دعا کر کے سوئیں، نیز صبح وقت پر آنکھ کھلنے کے لئے الارم وغیرہ لگائیں اور ممکن ہو تو کسی ذمہ دار شخص کو صبح جگانے کے لئے بھی کہہ دیں، اگر ان نسخوں پر عمل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ صبح وقت پر اٹھنے کی توفیق حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ محمد رضوان ۲ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ ۲۲ مئی ۲۰۰۴ء

درسِ قرآن مفتی محمد رضوان

سورہ فاتحہ (قسط۲)

سورہ فاتحہ کی پہلی تین آیتوں کی تفسیر وتشریح بیان ہوچکی ہے، اب اگلی آیات کی تفسیر وتشریح ملاحظہ فرمائیں

﴿ **اِیَّاکَ نَعۡبُدُ** ﴾ لفظ ''اِیَّاکَ'' کے معنٰی ہیں ''خاص آپ'' اور ''نَعۡبُدُ'' کے معنٰی ہیں ''ہم عبادت کرتے ہیں'' دونوں کو ملا کر معنٰی ہوئے ''ہم خاص آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں'' یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اللہ تعالٰی کی عبادت کے لئے ''اِیَّاکَ نَعۡبُدُ'' کے بجائے ''نَعۡبُدُکَ'' بھی کہا جاسکتا تھا، جس کا ترجمہ ہوتا ''ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں'' لیکن اس کے بجائے ''نَعۡبُدُ'' سے پہلے لفظ ''اِیَّاکَ'' لا کر عربی قاعدے کے لحاظ سے عبادت کو اللہ وحدہٗ لاشریک کے لئے خاص کردیا گیا، اور عبادت میں اللہ کے ساتھ کسی غیر اللہ کی شرکت کی گنجائش کو ختم کردیا گیا اور غیر اللہ کی عبادت کی پوری طرح نفی کردی گئی ''نَعۡبُدُ'' عبادت سے نکل کر بنا ہے اور عبادت کے معنٰی ہیں ''کسی کی انتہائی عظمت ومحبت کی وجہ سے اس کے سامنے اپنی انتہائی عاجزی اور فرمانبرداری کا اظہار کرنا''

اللہ تعالٰی کے علاوہ کسی اور مخلوق کے ساتھ عبادت والا رویہ اختیار کرنا شرک ہے، شرک صرف اسی کو نہیں کہتے کہ بت پرستوں کی طرح کسی پتھر کی مورتی اور بت وغیرہ کو خدائی اختیارات کا مالک سمجھا جائے، بلکہ کسی کی عظمت، محبت واطاعت کو وہ درجہ دے دینا جو صرف اللہ تعالٰی کا حق ہے یہ بھی شرک میں داخل ہے۔ اور عبادت صرف نماز، روزے اور حج وغیرہ کا نام نہیں بلکہ اس کا مفہوم بہت وسیع ہے، جس میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی غیر کی محبت اللہ کے برابر نہ ہو، کسی کا خوف اللہ کے برابر نہ ہو، کسی سے امید اللہ کی طرح نہ ہو، کسی پر بھروسہ اللہ کی طرح کا نہ ہو، اللہ کے برابر کسی کی اطاعت وفرمانبرداری نہ کرے، غیر اللہ کے نام کی نذر ونیاز (منت) نہ مانے، اللہ کے علاوہ کسی کو حاجت روا، ومشکل کشا سمجھ کر اس سے دعا نہ کرے کیونکہ دعا بھی عبادت ہے۔ اسی طرح کسی غیر اللہ کو رکوع، سجدہ نہ کرے، بیت اللہ کے علاوہ کسی دوسری چیز کا طواف نہ کرے کیونکہ یہ سب چیزیں عبادت ہیں اور عبادت اللہ تعالٰی کے علاوہ کسی اور کی کرنا شرک ہے، اور جو کام شرک کی علامت سمجھے جاتے ہیں جیسے صلیب لٹکانا، ان کو بھی نہ کرے،

﴿ **وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ** ﴾ یہاں بھی ''اِیَّاکَ'' اسی معنٰی میں ہے جو پہلے گزرا، ''نَسۡتَعِیۡنُ'' استعانت

سے نکل کر بنا ہے جس کے معنٰی ہیں ''کسی سے مدد مانگنا'' تو ''اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' کا ترجمہ ہوا ''ہم خاص آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں'' یہاں ''نَسْتَعِیْنُکَ'' فرمایا جا سکتا تھا جس کا ترجمہ ہوتا کہ ''ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں'' لیکن اس کے بجائے ''نَسْتَعِیْنُ'' سے پہلے لفظ ''اِیَّاکَ'' لا کر عربی زبان کے قاعدہ کے مطابق استعانت کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے خاص ہونا واضح کر دیا گیا۔

یہاں یہ واضح نہیں کیا گیا کہ خاص اللہ ہی سے مدد کس چیز میں مانگتے ہیں؟ بلکہ کسی چیز کی قید لگائے بغیر عام چھوڑ دیا گیا، جس سے اس بات کے عموم کی طرف اشارہ ہے کہ ہر کام اور ہر مقصد اور ہر دینی اور دنیوی کام میں خاص آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور ہم اللہ کی مدد کے، کسی خاص چیز کے بجائے، ہر چیز میں محتاج ہیں سورہ فاتحہ کی اس چوتھی آیت میں ایک حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کا بیان ہے کہ عبادت اور مدد طلب کئے جانے کے لائق صرف اللہ رب العزت کی ایک ہی ذات ہے، اور دوسری حیثیت سے انسان کی دعا و درخواست ہے کہ ہماری مدد فرمایئے، اور تیسری حیثیت سے انسان کے لئے یہ تعلیم ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے، اور حقیقی طور پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کو حاجت روا نہ سمجھے خواہ وہ کوئی نبی ہو یا ولی، کسی غیر اللہ سے عزت و ذلت، راحت و صحت، رزق و اولاد وغیرہ کا سوال نہ کرے۔

﴿غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کا مسئلہ﴾ اللہ کے علاوہ کسی اور سے مدد طلب کرنا جو شرک ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ اللہ کے سوا کسی فرشتے، پیغمبر یا ولی یا کسی اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرح قادرِ مطلق اور مختارِ کل سمجھ کر اس سے اپنی ضرورت وحاجت کے لئے مدد مانگے، یہ تو ایسا واضح اور کھلا کفر و شرک ہے کہ عام بت پرست مشرکین بھی اس کو کفر سمجھتے ہیں کیونکہ وہ اپنے بتوں، دیوی دیوتاؤں کو بالکل اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں سمجھتے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کو عام طور پر مشرکین اختیار کئے ہوئے ہیں اور قرآن وحدیث میں اس کے باطل اور شرک ہونے کا بار بار ذکر موجود ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قادرِ مطلق اور مختارِ کل سمجھتے ہوئے کسی مخلوق (نبی، ولی وغیرہ) کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت واختیار کا کچھ حصہ اس مخلوق کے سپرد کر دیا ہے، اور اب وہ مخلوق اس سونپے ہوئے قدرت واختیار کے دائرے میں خود مختار ہے۔ یہ دوسری قسم ہی وہ استعانت واستمداد (یعنی مدد طلب کرنا) ہے جو مؤمن وکافر اور مشرک وموحد میں فرق و امتیاز کرتی ہے، قرآن مجید میں جگہ جگہ جس شرک کو حرام قرار دیا گیا ہے اس سے یہی شرک مراد ہے، اور بت پرست مشرکین آج بھی اسی عقیدہ ونظریہ کے اعتبار سے مشرک ہیں۔

Idara Ghufran

﴿ایک غلط فہمی کا ازالہ﴾ گذشتہ تفصیل کی روشنی میں یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ مادی اسباب کے درجہ میں ایک انسان کا دوسرے سے مدد طلب کرنا مثلاً مزدور، معمار، ترکان، لوہار، سنار، معالج وطبیب یا اور کسی قسم کے صنعت کار وغیرہ کی خدمات حاصل کر کے اپنی ضروریات پوری کرنا غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کے شرک والے مفہوم میں داخل ہو کر نا جائز نہیں کیونکہ یہ صورت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں، اسی طرح کسی اللہ والے سے اپنی کسی ضرورت کے لئے اللہ سے دعا کرنے کی درخواست کرنا بھی اس میں داخل نہیں کیونکہ براہ راست کسی غیر اللہ سے دعا کرنا اور مانگنا عبادت اور شرک ہے، اللہ سے دعا کرنے اور مانگنے کے لئے کسی سے درخواست کرنا عبادت اور شرک نہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وقت کسی نیک عمل یا اللہ والے مثلاً نبی یا ولی کا نام بطور برکت دعا میں شامل کرنا بھی گناہ نہیں، جیسا کہ دعا سے پہلے اور بعد میں درود شریف بطور برکت پڑھا جاتا ہے۔

﴿معجزہ اور کرامت کی حقیقت﴾ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو معجزات اور ولیوں کو کرامت عطا فرماتے ہیں، معجزہ اور کرامت کو دیکھ کر بعض لوگ انبیاء اور اولیاء کے مختار وقادر ہونے کا عقیدہ بنا لیتے ہیں، حالانکہ معجزہ اور کرامت براہ راست اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کا فعل ہوتا ہے، ان کا صرف ظہور انبیاء اور اولیاء کے ہاتھوں پر ہوتا ہے، قرآن مجید کی بے شمار آیات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ معجزات کا دکھا دینا اور کرامات کا ظاہر کر دینا انبیاء واولیاء کے اپنے بس کی بات نہیں بلکہ یہ تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اسی کے حکم سے کسی نبی یا ولی کے ہاتھ پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ معجزے اور کرامت کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بلب اور پنکھا روشنی اور ہوا پہنچانے میں قطعاً خود مختار نہیں، بلکہ ہر آن ان کے پیچھے سے کرنٹ آنا ضروری ہے اور جس طرح بجلی کا اثر کہیں روشنی کی شکل میں بلب میں ظاہر ہوتا ہے، کہیں ہوا کی شکل میں پنکھے میں ظاہر ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار کہیں معجزات کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور کہیں کرامات کی شکل میں۔ لہٰذا معجزہ یا کرامت کی وجہ سے کسی نبی یا ولی کو حاجت روا، مشکل کشا وغیرہ سمجھنا غلط فہمی پر مبنی ہے۔ (جاری......)

میرے ماں باپ کو تو آباد رکھ — خوشی سے ہمیشہ انہیں شاد رکھ
گناہوں کو ان دونوں کے عفو کر — خطا ان کی بخش دے سربسر

(ام رضوان)

درسِ حدیث محمد یونس

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

سورج اور چاند گرہن کیوں ہوتا ہے؟

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ فَزِعًا اَنْ تَکُوْنَ السَّاعَةُ فَاَتَی الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی بِاَطْوَلِ قِیَامٍ وَّرُکُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ مَا رَأَیْتُهٗ قَطُّ یَفْعَلُهٗ وَقَالَ هٰذِهِ الْاٰیَاتُ الَّتِیْ یُرْسِلُ اللّٰهُ لَا تَکُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیٰوتِهٖ وَلٰکِنْ یُّخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهٗ فَاِذَا رَاَیْتُمْ شَیْئًا مِّنْ ذَالِکَ فَافْزَعُوْٓا اِلٰی ذِکْرِهٖ وَدُعَآئِهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ (رَوَاهُ الْبُخَارِی وَمُسْلِم)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) سورج گرہن ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ ایسے خوف زدہ اور گھبرائے ہوئے اٹھے جیسا کہ آپ ﷺ کو قیامت قائم ہوجانے کا ڈر ہو پھر آپ مسجد تشریف لائے اور آپ نے بہت لمبے قیام اور لمبے رکوع و سجدے کے ساتھ نماز (کسوف) پڑھائی میں نے کبھی آپ کو اتنی لمبی نماز پڑھاتے ہوئے نہیں دیکھا، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ (سورج گرہن اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ (بندوں کی عبرت ونصیحت کے لئے) ظاہر فرماتا ہے، یہ کسی کی موت وحیات کی وجہ سے واقع نہیں ہوتیں بلکہ یہ بندوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کرنے کے لئے ظاہر ہوتی ہیں جب تم ایسی کوئی چیز دیکھو تو ڈر اور فکر کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوجاؤ اس کو یاد کرو اور اس سے دعا واستغفار کرو (صحیح بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور ﷺ کے زمانے میں سورج گرہن ہوجانے اور اس پر نبی کریم ﷺ کے قیامت آجانے کے خوف اور گھبراہٹ سے لمبی نماز پڑھنے اور دعا واستغفار وغیرہ کی طرف خصوصی طور پر متوجہ ہونے کا تذکرہ ہے ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خاص اس دن جس دن آپ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کا (بچپن میں) انتقال ہوا تو اس موقع پر سورج گرہن ہوا اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ یہ سورج گرہن ابراہیم کے انتقال فرمانے کی وجہ سے ہوا ہے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورج اور چاند گرہن کسی کی موت وحیات کی وجہ سے نہیں ہوتا (بلکہ یہ

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے) پس جب تم (سورج گرہن یا چاند گرہن) دیکھو تو اللہ کے حضور نماز پڑھو اور اس سے خوب دعا کرو (صحیح بخاری مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس موقع پر لمبی نماز پڑھنے کے بعد (لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا کہ ان نشانیوں کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو (اور وہ گناہوں سے بچیں) لہٰذا جب تم ایسی نشانیاں دیکھو تو اس طرح نماز پڑھو جیسی فرض نماز تم نے ابھی تھوڑی دیر پہلے پڑھی تھی (یعنی فجر کی نماز کی طرح دو رکعت نماز کسوف پڑھو)

آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانے میں ٹھیک اُس دن جس دن آپ ﷺ کے دودھ پیتے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا تقریباً ڈیڑھ سال کی عمر میں انتقال ہوا تھا سورج کو گرہن لگا۔ حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے (زمانہ جاہلیت میں) عرب کے لوگوں میں یہ بات مشہور تھی کہ یا تو کسی بڑے آدمی کے انتقال کے موقع پر چاند یا سورج کو گرہن لگتا ہے یا پھر چاند اور سورج کا گرہن اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ کسی بڑے آدمی کا انتقال ہونے والا ہے۔ ۱۰ ہجری میں حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات کے دن سورج گرہن ہونے سے اس توہم پرستی اور غلط عقیدے کو تقویت پہنچ سکتی تھی بلکہ بعض روایات میں ہے کہ کچھ لوگوں کی زبانوں پر یہ بات آ بھی گئی تھی۔

حضور ﷺ نے اس وقت غیر معمولی خشیت اور انتہائی فکرمندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں باجماعت دو رکعت نماز ادا فرمائی جس کو صلوٰۃ الکسوف کہا جاتا ہے یہ نماز بھی غیر معمولی طریقے پر ادا فرمائی گئی (اس نماز کے تفصیلی احکام فقہی کتابوں میں موجود ہیں۔ یہاں اس کا موقع نہیں) اس کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور اس میں اس غلط خیال کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: چاند اور سورج کو کسی شخص کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اسی وجہ سے احادیث میں ایسے موقع پر نماز، ذکر، دعا و استغفار کرنے اور صدقہ دینے کی ترغیب دی گئی ہے، لہٰذا سورج یا چاند گرہن کے موقع پر اس کو تماشا بنانے کی بجائے گناہوں سے توبہ استغفار اور فرائض واجبات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ذکر دعا وغیرہ میں مشغول ہونا چاہئے اور اپنی حیثیت کے مطابق کچھ صدقہ خیرات وغیرہ کرنا چاہئے۔ آپ ﷺ نے خطبہ میں تاکید کے ساتھ جو یہ اعلان فرمایا کہ اس گرہن کا میرے بیٹے کی وفات سے کوئی تعلق نہیں اور ایسا سمجھنا غلط فہمی اور توہم پرستی ہے اس سے آپ ﷺ کی صداقت اور حق

تعالیٰ کے احکام ٹھیک ٹھیک طریقے سے بندوں تک پہنچانا اتنا واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ منصف مزاج غیر مسلم بھی آپ ﷺ کی صداقت کا قائل ہو جائے۔

دراصل دنیا میں ایک چھوٹے سے ذرے سے لے کر بڑے بڑے سیاروں تک تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلتی ہیں۔ یہاں تک کہ سورج اور چاند جو کہ بہت بڑے سیارے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حرکت کرتے اور طلوع اور غروب ہوتے ہیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ''یعنی سورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ چلتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ سورج اور چاند جن کے طلوع وغروب پر رات دن کا آنا جانا، بڑھنا گھٹنا، موسموں کی تبدیلی، سال اور مہینوں کی تعیین موقوف ہے ایک خاص حساب اور اندازے کے مطابق چل رہے ہیں اور حساب بھی ایسا مضبوط اور محکم کہ لاکھوں سال سے اس میں ایک منٹ اور ایک سیکنڈ کا فرق نہیں آیا یہ دونوں سیارے اتنے بڑے ہونے کے باوجود اپنی رفتار میں آزاد نہیں ہیں کہ جیسے چاہیں چلیں، جدھر کو چاہیں چلیں۔ جب چاہیں چلیں اور جب چاہیں رک جائیں یہ ان کے اختیار کی بات نہیں اور جس طرح سورج اور چاند کا چلنا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اور اسی کے اختیار سے ہوتا ہے اسی طرح جب کبھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم گرہن کا ہوتا ہے تو ان کو گرہن بھی لگ جاتا ہے اب خواہ سائنس دانوں اور ماہرینِ فلکیات کے بقول ظاہری سبب کے درجے میں یہ وجہ تسلیم بھی کر لی جائے کہ سورج گرہن تب لگتا ہے جب چاند سورج اور زمین کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور چاند گرہن تب لگتا ہے جب زمین سورج اور چاند کے درمیان آ جائے تب بھی کم از کم ایک مسلمان کے لئے اس سے نظر ہٹا لینا ممکن نہیں کہ یہ ظاہری سبب بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے پیدا ہوا ہے جس کے حکم سے ساری کائنات کا نظام چل رہا ہے پھر اس سبب میں بھی سائنسی تحقیق کی روشنی میں یہ بات بتائی جاتی ہے کہ سورج چاند سے چار سو گنا بڑا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ چاند کے زمین اور سورج کے درمیان آ جانے کے باوجود سورج گرہن نہیں ہونا چاہئے کیونکہ چاند جسامت میں سورج سے چار سو گنا چھوٹا ہے اور چھوٹی چیز بڑی چیز کو مکمل نہیں چھپا سکتی اس کے باوجود سورج گرہن ہو جاتا ہے اس کی بھی ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ زمین سے چاند سورج کی بنسبت چار سو گنا کم فاصلے پر واقع ہے اور چاند کے اتنا قریب ہونے کی وجہ سے بظاہر چاند اور سورج جسامت میں برابر نظر آتے ہیں حالانکہ حقیقت میں سورج چاند سے بڑا ہے۔ غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اتنا بڑا نظام کیسی حکمت سے پیدا فرمایا

ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کیسی قدرتوں والی ذات ہے اب جن لوگوں کی نظر ایسے واقعات کے صرف ظاہری اسباب تک محدود ہوتی ہے ان کے لئے تو کائنات کے یہ نظارے ایک دلچسپ تماشے سے زائد حیثیت نہیں رکھتے اور وہ سورج اور چاند گرہن ہونے پر کھیل، تماشہ کی طرح نظارہ کرتے ہیں۔

لیکن جس شخص کی نگاہ ان ظاہری اسباب سے اوپر جاتی ہے وہ ان واقعات کو اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کا دھیان تازہ کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث شریف میں لوگوں کو نماز پڑھنے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کی طرف متوجہ فرمایا کیونکہ سورج و چاند گرہن دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے شروع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے ختم ہوتا ہے۔

سورج اور چاند گرہن کے متعلق بعض رائج شدہ غلط فہمیاں

آج کل بعض لوگوں کی طرف سے سورج اور چاند گرہن کے ساتھ حضرت مہدی کی تشریف آوری کی نسبت جوڑی جارہی ہے اور اس سلسلے میں بعض روایات بطور دلیل بیان کی جارہی ہیں تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ اس طرح کی روایات مستند و معتبر نہیں ہیں لہٰذا چاند یا سورج گرہن کے ساتھ حضرت مہدی کے ظاہر ہونے کا کوئی تعلق نہیں بعض خواتین میں مشہور ہے کہ حاملہ عورت سورج یا چاند گرہن کے وقت اس کی روشنی میں آجائے یا اس دوران میں سوجائے تو حمل پر بُرے اثرات پڑتے ہیں۔

اسی طرح بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب چاند یا سورج کو گرہن لگتا ہے تو حاملہ عورت یا اس کا خاوند دن کو لکڑیاں کاٹے یا رات کو الٹا سوجائے تو جب بچہ پیدا ہوگا تو اس کے جسم کا کوئی نہ کوئی حصہ کٹا ہوا ہوگا مثلاً وہ لنگڑا ہوگا یا اس کا ہاتھ نہیں ہوگا وغیرہ نیز بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب سورج یا چاند کو گرہن لگتا ہے تو حاملہ گائے، بھینس، بکری اور دیگر جانوروں کے گلے سے رسے یا سنگل کھول دینے چاہئیں اس بارے میں عرض یہ ہے کہ سورج گرہن اور چاند گرہن کو حدیث میں قدرتِ الٰہی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی فرمایا گیا ہے جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی وحدانیت اور اپنی قدرت کی طرف متوجہ کر کے گناہوں، نافرمانیوں اور اپنے عذاب سے ڈرانا چاہتے ہیں لہٰذا اس موقع پر نماز، صدقہ، خیرات دعا اور توبہ واستغفار کا حکم دیا گیا ہے اور باقی چیزیں جو لوگوں میں اس موقع پر کرنی مشہور ہیں ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''ماہ صفر کے احکام اور جاہلانہ خیالات'' مرتبہ: مفتی محمد رضوان صاحب)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

بجلی کا ضیاع اور لوڈ شیڈنگ

بجلی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور نعمت کی قدر کرنا، اس پر شکر کرنا، اور اس کو ضائع ہونے سے بچانا ضروری ہے، ویسے بھی ہمارے ملک میں بجلی کی پیداوار مطلوبہ حد تک نہیں ہے اور اس کا استعمال روز بروز بڑھ رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آج کل بجلی کے ضیاع اور بے جا استعمال کا گناہ عام ہوتا جارہا ہے، جس کے نتیجہ میں لوڈ شیڈنگ کے مسئلہ سے بھی شدید گرمی کی حالت میں بے شمار افراد کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ بجلی کو فضول ضائع کرنے کے چند مناظر ملاحظہ فرما کر فضول خرچی کے گناہ سے بچا جاسکتا ہے آج ہمارا مزاج کچھ ایسا بگڑ گیا ہے کہ عام حالات میں بھی جبکہ لکھنے پڑھنے یا اسی طرح کا کوئی دوسرا باریک بینی والا کام نہیں ہورہا ہوتا اس وقت بھی تیز روشنی کر کے چھوڑ دی جاتی ہے، بہت سی جگہ کمروں میں بلب روشن رہتے ہیں، پنکھے خوامخواہ چل رہے ہوتے ہیں اور بعض اوقات بلاضرورت ائیر کنڈیشنز بھی پوری طاقت کے ساتھ برسرپیکار ہوتے ہیں۔ دن کے وقت بلاضرورت پردے لٹکا کر سورج کی روشنی کو اندر داخل ہونے سے روک دیا جاتا ہے اور بجلی کی روشنی میں کام کیا جاتا ہے معمولی معمولی باتوں پر خاص کر شادی بیاہ، ربیع الاول، شب برأت اور دوسرے موقعوں پر گھروں اور دیواروں پر چراغاں کا شوق پورا کیا جاتا ہے جس میں بہت سے لوگ سرکاری لائنوں سے بجلی چوری کر کے اپنے مقاصد پورے کرتے ہیں جو دوہرا گناہ ہے ایک فضول خرچی کا دوسرا چوری کا۔ خاص طور پر شادی بیاہ کے موقع پر کئی کئی روز پہلے سے گھروں اور گلیوں کو رات بھر قمقموں سے روشن کر کے صرف ناک اونچی کرنے کے لئے بجلی کو بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض خواتین وحضرات کمروں، غسل خانوں اور باورچی خانے وغیرہ سے باہر نکلتے وقت یا تھوڑی دیر بعد واپس آنے کی نیت سے صرف سُستی کی بنیاد پر بجلی بند نہیں کرتے بلکہ بعض گھرانوں میں تو اسٹور، باورچی خانے وغیرہ کی بجلیاں چوبیس گھنٹے جلتی رہتی ہیں اور آہستہ آہستہ اندر ہی اندر گھن کی طرح انفرادی واجتماعی (قومی) دولت چٹ ہوتی رہتی ہے جس کا خمیازہ دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی بھگتنا پڑے گا۔ سڑکوں پر بجلی کے بڑے بڑے روشن اشتہار روشنی کی کسی حد کے پابند نظر نہیں آتے۔ بسنت کے موقع پر گڈیاں اڑانے کی غرض سے آسمان کی فضاء کو بھی روشن کرنے کی حد نظر تک ضرورت پوری کی جاتی

ہے۔مختلف کھیلوں کے لئے میدانوں میں انتہائی طاقت کی سرچ لائیٹیں روشن کر کے اپنا مقصد پورا کیا جاتا ہے۔جن مقامات پر بجلی خرچ کرنے والوں کو بل خود ادا نہیں کرنا پڑتا، وہاں تو بجلی کا استعمال اتنی بے دردی سے ہوتا ہے کہ اللہ پناہ میں رکھے، سرکاری دفتروں میں دن کے وقت بسا اوقات بالکل بلاضرورت بجلیاں روشن ہوتی ہیں اور پنکھے، ائیر کنڈیشن وغیرہ اس طرح چل رہے ہوتے ہیں کہ جن کا کوئی والی وارث ہی معلوم نہیں ہوتا۔اسی طرح جن سرکاری ملازمین اور غیر سرکاری محکموں کے ملازموں کو گھروں وغیرہ میں بجلی کے استعمال کی مفت سہولت حاصل ہوتی ہے اور اسی طرح اوقاف و مدارس ومساجد میں بھی ''مالِ مفت دلِ بے رحم'' کی مثال صادق آرہی ہوتی ہے یہ لوگ صرف اتنا دیکھتے ہیں کہ اس فضول استعمال سے ان کی جیب پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور فوری طور پر ان کا کوئی پیسہ خرچ نہیں ہوتا لیکن یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی جاتی کہ اس طرح بجلی کا بے جا استعمال کر کے وہ پوری قوم اور اپنے محکموں کے مالکین کے مجرم شمار ہوتے ہیں اور وہ اس ملک کے باشندے ہیں جس میں وسائل کی قلت اور بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا رونا رویا جارہا ہے اور بجلی میسر نہ آنے کی وجہ سے کتنے لوگ گرمی اور دیگر ضروریات وسہولیات سے پریشان اور محروم ہیں اور اس ملک کے باشندہ ہونے کی وجہ سے دوسرے بھائیوں کے ساتھ ساتھ بالآخران کو، ان کے اہل خانہ ورشتہ داروں اور آنے والی نسل کو بھی اس کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔اگر چہ بجلی اور دیگر وسائل کی پیداوار اور ترقی کی صحیح منصوبہ بندی کا کام حکومت کے ذمہ ہے لیکن ہر شخص کے اپنے بس میں یہ ضرور ہے کہ وہ حاصل شدہ وسائل کو ٹھیک ٹھیک خرچ کرنے کا مزاج بنائے اور اس کا اہتمام کرے اور خرچ پر قابو پا کر قومی دولت کے فضول ضائع ہونے سے پرہیز کرے۔یہ بات ہر ایک کے بس میں نہیں کہ وہ بجلی کی پیداوار میں اضافہ کرے لیکن یہ بات ہر ایک کے بس میں ہے کہ مثلاً جہاں ایک بلب سے کام چل سکتا ہے وہاں دو بلب اور جھاڑ فانوس نہ جلائے ، جہاں سورج کی روشنی سے کام چل سکتا ہے وہاں کوئی بلب روشن نہ کرے جہاں ایک پنکھا کارآمد ہوسکتا ہے وہاں دو پنکھے نہ چلائے ، جہاں ایئر کنڈیشن کے بغیر گذارا ہوسکتا ہے، وہاں ایئر کنڈیشن استعمال نہ کرے،جس کسی کمرے میں بلاوجہ روشنی، پنکھا یا بجلی کا کوئی آلہ چلتا ہوا دیکھے، اسے بند کردے، جہاں سورج یا بلب کی روشنی سے ضرورت پوری ہوجاتی ہو، وہاں دیواروں اور گھروں پر چراغاں نہ کرے،ممکن ہے کہ اس طرح جو بجلی ایک انسان بچا رہا ہے، وہ کسی ضرورت مند کے کام آجائے، اس سے کسی مریض کو راحت مل جائے، یا کسی غریب کے اندھیرے گھر میں ٹمٹماتی ہوئی روشنی ہی ہوجائے

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

ماہِ ربیع الثانی

''ربیع الثانی'' یا ''ربیع الاٰخر'' اسلامی اعتبار سے سال کا چوتھا مہینہ ہے، یہ مہینہ ''ربیع الاول'' اور ''جمادی الاولیٰ'' کے درمیان واقع ہے۔ یہ مہینہ بھی عام مہینوں کی طرح کا ایک مہینہ ہے، اور اللہ کی مخلوق ہے، اس میں کوئی خاص شریعت کا حکم کہ جس کا تعلق خاص اس مہینے کے ساتھ ہو شریعت سے ثابت نہیں، لہٰذا اس مہینے میں بھی دوسرے عام مہینوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے، حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام، تابعین، محدثین اور فقہائے کرام سے ربیع الثانی کے مہینے کے حوالہ سے کوئی خاص عمل ثابت نہیں،

لیکن ہمارے ملک میں بڑی گیارہویں کے نام سے ایک رسم ربیع الثانی کے مہینے میں انجام دی جانے لگی ہے یہ رسم ربیع الاول کے مہینے میں حضور ﷺ کے نام کی میلاد کی رسم منا کر ٹھیک ایک مہینہ بعد ربیع الثانی کی ۱۱/۱۲ تاریخ کو ادا کی جاتی ہے۔ اس رسم کا قرآن وحدیث اور فقہ میں کوئی ذکر نہیں ملتا اور نہ ہی خیر القرون میں اس کا کوئی وجود ملتا، اور مل بھی کیسے سکتا ہے، کیونکہ بڑی گیارہویں کی رسم کی نسبت تو خود گیارہویں منانے والے بھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف کرتے ہیں اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ پانچویں صدی میں پیدا ہوئے گویا کہ خود گیارہویں کی رسم منانے والے اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام کی پانچ صدیوں تک اس رسم کو انجام دینے کے لئے کسی ہستی کا وجود نہیں تھا،

بڑی گیارہویں دراصل حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی وفات کا ایک سال پورا ہونے پر ہر سال منائی جاتی ہے، ہر طرف چاولوں اور کھیروں کی دیگیں اتاری جاتی ہیں، کھیر پیالیوں میں بھر بھر کر تقسیم کی جاتی ہے، دعوت کا سماں بنا کر امیر وغریب بلا امتیاز سب کو اس کھانے میں شریک کیا جاتا ہے اور اس رسم کیلئے پہلے سے اہتمام کے ساتھ چندہ جمع کیا جاتا ہے اور پھر اس رسم کو انجام دے کر خیال کیا جاتا ہے کہ اس رسم کی بدولت ہماری مرادیں، حاجتیں اور تمنائیں پوری ہونگی، بلائیں اور مصیبتیں دور ہوں گی وغیرہ وغیرہ

اولؔ تو اللہ کے مقابلہ میں دوسری ہستیوں کے ساتھ نفع ونقصان کے اختیار کا عقیدہ رکھنا ہی غلط اور ایمان

کے لئے سخت خطرناک ہے۔ دوسرے اس رسم میں اور بھی شریعت کے خلاف کئی باتیں پائی جاتی ہیں، جن کی وجہ سے یہ رسم ناجائز اور گناہ ہے اگر کوئی نیک نیتی کے ساتھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ یا دوسری مقدس ہستیوں کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا چاہے تو اس کے لئے ہمہ وقت راستے کھلے ہیں کسی بھی وقت اور کسی بھی دن ذکر و تلاوت کر کے، نفل نماز پڑھ کر، خاموشی سے صدقہ خیرات کر کے ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے، نہ اس میں ربیع الثانی کے مہینے یا اس کی ۱۱/۱۲ر تاریخ کی ضرورت ہے اور نہ ہی دیگیں پکانے کی۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جو شخص اخلاص اور خاموشی کے ساتھ کچھ پڑھ کر، صدقہ و خیرات کر کے یا کوئی بھی نیک عمل کر کے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی روح کو ایصالِ ثواب کر دے یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے درجات بلند ہونے کی دعا کر دے، اور زندگی بھر حضرت شیخ کی تعلیمات پر عمل کرنے کا اہتمام کرے لیکن گیارہویں کی رسم پوری نہ کرے بلکہ اس سے دوسروں کو بھی منع کرے (جیسا کہ اہل سنت والجماعت حضرات وقتاً فوقتاً اس قسم کے نیک اعمال کرتے رہتے ہیں) تو اس کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے عقیدت واحترام رکھنے والا نہیں سمجھا جاتا اور اس کے برخلاف جو شخص گیارہویں کے نام پر سینکڑوں شرعی احکامات کی خلاف ورزی کرے، حضرت شیخ کی تعلیمات کی دھجیاں بکھیرے، حرام وحلال کی پرواہ نہ کرے اور قصداً وعمداً نماز تک ضائع کرنے کو کوئی عیب نہ سمجھے (جبکہ بلا عذر نمازوں کو چھوڑنے والے کا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک ایمان ہی خطرے میں ہے ملاحظہ ہو غنیۃ الطالبین) اور غریبوں کے بجائے امیروں کو گیارہویں کی دعوت میں شریک کرے اور غریبوں کی بے شمار ضروریات مثلاً کپڑے، دوا، سفر کے اخراجات وغیرہ کو نظر انداز کر کے صرف کھانے کا انتخاب کرے (جبکہ غریبوں کو کھانے کی ضرورت بھی نہ ہو) اور اخلاص وخاموشی کے ساتھ صدقہ کرنے کے بجائے دیگیں پکا کر شہرت کا متلاشی ہو ایسے شخص کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا ماننے والا اور ادب و احترام کرنے والا سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی انصاف اور نیک نیتی سے غور کرے تو اسے واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ دوسرے شخص کے مقابلہ میں پہلا شخص حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک زیادہ نیک اور آخرت میں نجات پانے والا ہے مگر لاعلم اور ناواقفوں کی دنیا میں دوسرے شخص کو بڑا مقدس اور پاکیزہ اور پہلے شخص کو گستاخ، وہابی اور معلوم نہیں کیا کیا سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے حفاظت فرمائیں، آمین۔ فقط۔ ۲۸ر ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

بسلسلہ : آداب المعاشرت

مفتی محمد رضوان

سلام کے آداب

سلام دراصل سلامتی اور اللہ کی رحمت بھیجنے کی دعا ہے ✪ سلام میں سلامتی ہی سلامتی ہے، چنانچہ دین کی سلامتی، دنیا کی سلامتی، آخرت کی سلامتی، جان و مال کی سلامتی، اہل وعیال اور متعلقین کی سلامتی، سلامتی کی ساری دعائیں السلام علیکم کے مختصر جملہ میں موجود ہیں ✪ سلام کرنے کا سب سے بہترین اور عمدہ طریقہ اسلام میں ہے کسی اور مذہب میں اتنا عمدہ طریقہ نہیں ہے، جتنے بھی دوسری قوموں کے طریقے ہیں ان میں اتنی خوبیاں اور کمالات نہیں جتنے کہ اسلامی طریقہ میں ہیں، اس لئے اسلامی طریقہ چھوڑ کر غیروں کے طریقوں پر سلام کرنا (مثلاً گڈ مورننگ، گوڈ ایوننگ، وغیرہ) بڑے خسارے اور نقصان کی بات ہے۔

✪ سلام بھائی چارگی، مُساوات اور برابری کی تعلیم دیتا ہے اور ایک دوسرے پر بے جا فخر و تفاخر کو ختم کرتا ہے ✪ سلام دوسرے مسلمان کا دل خوش کرنے اور اس کو اپنے شر سے پناہ دینے کا ذریعہ ہے ✪ سلام آپس میں محبت اور ہمدردی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے ✪ سلام اللہ اور اس کے رسول کی سنت ہے، اس لئے سلام سنت اور ثواب کا کام سمجھ کر کرنا چاہئے اور اس میں کوئی غلط نیت نہیں ہونی چاہئے ✪ سلام کرنا سنت اور اس کا جواب دینا واجب ہے، لہٰذا سلام کا جواب دینے میں سستی اور کوتاہی نہ کی جائے کیونکہ یہ گناہ ہے اگرچہ سلام کرنا سنت اور جواب دینا واجب ہے، لیکن اس کے باوجود سلام کرنے والے کو زیادہ ثواب ملتا ہے اور جواب دینے والے کو اس سے کم، اس لئے مسلمان کو چاہئے کہ وہ دوسرے مسلمان سے ملاقات کے وقت دوسرے کی طرف سے سلام کی ابتدا کرنے کا انتظار نہ کرے بلکہ زیادہ نیکیاں حاصل کرنے کی خاطر خود ہی پیش قدمی کر کے سلام کرے، خود سلام نہ کرنا اور دوسرے کی طرف سے سلام کی ابتدا کا منتظر رہنا فخر اور تکبر کی علامت ہے، جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے ✪ سلام جان پہچان والے اور اجنبی ہر ایک مسلمان کو بلا امتیاز کرنا چاہئے، بعض لوگ صرف جان پہچان والے کو سلام کرتے ہیں، یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے ✪ صرف ہاتھ یا انگلی کے اشارے سے سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا اسلامی طریقہ نہیں بلکہ سلام اور اس کا جواب زبان سے دینا چاہئے ✪ سلام کے بجائے آداب وغیرہ کہنا یا خط میں لکھنا غلط ہے اور سلام کے بجائے خدا حافظ کہنا بھی سنت نہیں، بعض لوگ سلام یا اس کے جواب میں لمبے چوڑے دوسرے الفاظ یا

Idara Ghufran

دعائیں وغیرہ استعمال کرتے ہیں، لیکن سنت کے مطابق مختصر الفاظ ادا کرنے کی توفیق سے محروم رہتے ہیں ✪اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات کرے تو السلام علیکم کہے اور افضل یہ ہے کہ ''ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' بھی کہے، اور سننے والا جواب میں ''وعلیکم السلام'' کہے اور افضل یہ ہے کہ ''ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' بھی کہے، اس پر مزید کلمات کا اضافہ کرنا سنت کے خلاف ہے۔ ✪ کوشش کرنی چاہئے کہ سلام اور اس کے جواب کے کلمات صاف کہے جائیں، بعض لوگ الفاظ یا حروف کو بگاڑ دیتے ہیں یا کئی کئی حروف بیچ میں سے غائب کر دیتے ہیں، اس سے بچنا چاہئے۔

✪سلام کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ سوار پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے افراد کی جماعت زیادہ افراد کی جماعت کو، امیر غریب کو اور چھوٹا بڑے کو سلام کرنے میں پہل کرے، لیکن اگر یہ افراد پہل نہ کریں تو دوسرے فریق کو سلام کرنا چاہئے ✪اگر کئی افراد میں سے ایک فرد نے سلام کر دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو گیا، ہر ایک کا فرداً فرداً سلام کرنا ضروری نہیں، اسی طرح مجمع میں سے کسی ایک نے جواب دیدیا تو سب کی طرف سے جواب ہو گیا، تمام افراد کو الگ الگ جواب دینے کی ضرورت نہیں ✪ نماز، تلاوت، ذکر یا اسی طرح کے دوسرے کام میں مشغول شخص کو سلام کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور اس کی فراغت کا انتظار کرنا چاہئے ✪ غیر مسلم کو بغیر کسی مجبوری کے سلام نہیں کرنا چاہئے اور اگر وہ سلام کرے تو اس کے جواب میں صرف ''وعلیکم'' یا ''هَدَاکَ اللهُ'' کہہ دینے پر اکتفا کرنا چاہئے اگر کسی ضرورت اور مجبوری کے موقعہ پر غیر مسلم کو سلام کرنا پڑ جائے تو ''سَلَا مٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی'' کہنا چاہئے ✪اجنبی عورتوں کو بلا عذر سلام کرنے سے بچنے ہی میں احتیاط ہے ✪ غسل واجب ہو تو اس حالت میں سلام کرنا اور جواب دینا جائز ہے ✪ سلام کرتے وقت جھکنا نہیں چاہئے۔

حافظہ قوی کرنے کا عمل

آج کل عام طور پر لوگوں کو حافظہ کمزور ہونے کی شکایت رہتی ہے، خاص طور پر قرآن مجید حفظ کرنے والے طلباء اور دوسری تعلیم میں مشغول افراد کو سبق یاد نہیں ہوتا اور یاد بھی ہو جاتا ہے تو زیادہ عرصہ تک یاد نہیں رہتا۔ ایسے حضرات کے لئے ایک آزمودہ نسخہ یہ ہے کہ صبح وشام اور ہو سکے تو ہر نماز کے بعد اور خصوصاً سبق وغیرہ یاد کرتے وقت ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم'' پڑھ کر سات مرتبہ یہ کلمات پڑھے جائیں وَاذْكُرْ رَبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (سورہ کہف) (تعلیم فرمودہ عارف باللہ حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب مدظلہم)

مقالات و مضامین محمد یونس

رشوت اور اُس کی مروّجہ صورتیں

(چوتھی و آخری قسط)

آخر میں رشوت سے متعلق چند ضروری احکام ذکر کئے جاتے ہیں:۔ رشوت کا لینا دینا دونوں حرام ہیں اور کبیرہ گناہ کی فہرست میں داخل ہیں البتہ فرق یہ ہے کہ رشوت لینا تو ہر حال میں حرام ہے کیونکہ رشوت لینے والا عموماً مجبور نہیں ہوتا اور رشوت دینے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ صرف کسی فائدہ کے حصول کے لئے رشوت دینا مثلاً کوئی ناجائز اور غیر قانونی کام کرانے کے لئے یا کوئی ایسا کام کرانے کے لئے جس کے نہ ہونے سے کوئی حرج نہیں ہوتا رشوت دینا تو ایسی صورت میں رشوت دینا بھی لینے کی طرح حرام ہے اور احادیث میں جو وعیدیں رشوت دینے والے کے لئے آئی ہیں وہ اسی صورت میں ہیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنا جائز حق وصول کرنے کے لئے مجبور ہو جو رشوت دیئے بغیر اسے نہ ملتا ہو تو ایسی صورت میں ظالم کے ظلم سے بچنے کے لئے اور اپنا جائز حق حاصل کرنے کے لئے اگر رشوت کے بغیر چارۂ کار نہ ہو تو رشوت دینے کی گنجائش ہے، اس صورت میں امید ہے کہ رشوت دینے والے سے مؤاخذہ نہ ہوگا تاہم اسے اپنے اس فعل پر استغفار کرتے رہنا چاہئے اگر کوئی شخص لاعلمی یا لاپرواہی کی وجہ سے رشوت لیتا رہا بعد میں علم یا احساس ہونے پر توبہ کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ سچے دل سے اس گناہ پر شرمندہ ہو، فی الحال رشوت لینا بالکل چھوڑ دے اور آئندہ رشوت نہ لینے کا سچا ارادہ کرلے نیز اس کے ساتھ ساتھ جتنا مال رشوت کے ذریعے حاصل کیا ہے خوب غور وفکر کرکے مالکوں تک اس کو پہنچانے کی پوری پوری کوشش کرے اگر مالکوں تک اور ان کے فوت ہو جانے کی صورت میں ان کے شرعی ورثاء تک رسائی ممکن نہ ہو تو پھر وہ رقم مالکوں کی طرف سے نیت کرکے زکوٰۃ کے مستحق غریبوں پر صدقہ کردی جائے

﴿......قارئین کرام......﴾

اس دینی رسالہ کو خود پڑھ کر دوسروں تک بھی پہنچائیں اور بے ادبی سے بچائیں نیز رسالہ کے سلسلہ میں ہمیں اپنی قیمتی آراء سے آگاہ فرمائیں اور کاروباری اشتہار دیکر دین و دنیا کے فوائد حاصل کریں

مقالات و مضامین ترتیب: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیح الامت (قسط ۲)

(بنام حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب)

حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی اور اس کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (..................ادارہ)

مکتوب نمبر (۲) (مورخہ ۸ر محرم ۱۴۰۹ھ)

☒ **عرض:** مخدومی و معظمی حضرت اقدس دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

✍ **ارشاد:** مکرم زید مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

☒ **عرض:** میرے عریضہ کے جواب میں (جو میں نے مدینہ منورہ سے.........میاں سلمہٗ کی معرفت روانہ کیا تھا) جناب کا والا نامہ موصول ہوا، حضرت نے احقر کے خط پر جو اصلاح فرمائی ہے وہ صحیح اور بجا ہے انشاء اللہ اس پر عمل کروں گا، میں نے اپنے لئے جو الفاظ استعمال کئے (مثلاً حقیر وخبیث وبدکردار وغیرہ) اس پر حضرت نے خط کشید کر کے تحریر فرمایا ''خدانخواستہ'' حضرت کی اصلاح سے معلوم ہوا کہ خبائث وبدکرداری وغیرہ رذائل کو اپنے سے منسوب کرنا تواضع نہیں ہے بلکہ نامناسب ہے

✍ **ارشاد:** اللہ تعالیٰ کی نعمت کا استحضار اور مراقبہ۔ شکر۔ ☒ **عرض:** مجلس صیانۃ المسلمین کا سالانہ اجتماع انشاء اللہ تعالیٰ لاہور میں ۲۸ر اکتوبر کو منعقد ہوگا، بندہ استدعا کرتا ہے کہ اگر حضرت کی صحت وطبیعت اس سفر کی متحمل ہو سکے تو ضرور تشریف لا کر اپنے خدام ومنتسبین کو زیارت سے مشرف فرمائیں ساتھ ہی جملہ حاضرین وشرکاء کو استفادہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

✍ **ارشاد:** بندہ ضعف کے سبب حاضری سے معذور ہے، اللہ تعالیٰ اجتماع کو بخیر وخوبی کامیاب

فرمائیں۔ ✉ **عرض:** حضرت سے استدعاء ہے کہ میری اولاد اور ان کے جملہ متعلقین کے حق میں سلامتی ایمان وعافیت اور رزق حلال اور استقامت وھدایت کی دعا فرمائیں، اہلیہ حضرت کو سلام پیش کرتی ہیں اور اپنے خاتمہ ایمان ومغفرت کاملہ وصحت وتندرستی کے لئے آپ سے دعا چاہتی ہیں۔ فقط والسلام احقر وکمتر محمد قیصر عفی عنہ۔ ✍ **ارشاد:** بندہ کا بھی سلام اللہ تعالیٰ ان سب خیر مرادوں تمناؤں کو بخیر وعافیت پوری فرمائیں کامیاب فرمائیں۔

مکتوب نمبر (۳) (مؤرخہ ۱۷؍رجب ۱۴۰۹ھ)

✉ **عرض:** مخدومی ومعظمی حضرت اقدس دامت برکاتہ **السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتهٗ**

✍ **ارشاد:** مکرم زید مجدہم۔ **السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتهٗ**

✉ **عرض:** اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ احقر مع اہلیہ کے بخیر وعافیت گھر واپس آ گیا۔ ✍ ارشاد: دل خوش ہوا۔ مبارک ہو۔ ✉ **عرض:** تین روز حضرت کے یہاں ہم دونوں کا قیام بہت نافع ثابت ہوا ✍ **ارشاد:** یہ مخلصانہ محبت، حسن عقیدت، فضل الٰہی شکراً للہ۔ ✉ **عرض:** جسمانی وروحانی دونوں غذائیں ماشاء اللہ نصیب ہوئیں۔ ✍ **ارشاد:** فضل الٰہی ہے۔ ✉ **عرض:** مجھے اپنے احباب اور حضرت کے ان خدام پر بڑا رشک آتا ہے جن کو آپ کے قرب کی نعمت میسر ہے یا اکثر اوقات حضرت کی صحبت وخدمت سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ ✍ **ارشاد:** اللہ تعالیٰ بندہ کو خدمت کی صحیح صحیح توفیق سے نوازیں۔ ✉ **عرض:** لیکن احقر بوجہ بعد مکانی کے محروم ہے۔ ✍ **ارشاد:** من حیث الروحانیت محترم ہیں۔ ✉ **عرض:** حضرت میرا دل دنیا سے اکتا گیا ہے۔ ✍ **ارشاد:** علائق سے گھبرا کر نہیں بلکہ بحق محبتِ حق، بتمناءِ لقاءِ اللہ، بعلامتِ ولایت، بدلالتِ ولایت۔ ✉ **عرض:** علائق سے توحش محسوس کرتا ہوں۔ ✍ **ارشاد:** لائق تحمل کو توحش کہاں۔ ✉ **عرض:** خلوت کو دل چاہتا ہے، اختلاط الناس سے گھبراتا ہوں۔ ✍ **ارشاد:** کہ کہیں مجھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچ جاوے۔ ✉ **عرض:** گمنامی کو جی چاہتا ہے۔ ✍ **ارشاد:** حال محمود قلبی بمحبت حق۔ تجویز سے خالی، تفویض۔ ✉ **عرض:** اللہ تعالیٰ نے صحت وفراغت عطا فرما رکھی ہے۔ ✍ **ارشاد:** خلوت در جلوت۔ ✉ **عرض:**

لیکن جو ان نعمتوں کا حق ہے وہ شمہ برابر بھی ادا نہیں ہوتا۔ **ارشاد:** جس دن ادا ہونا جانا وہ دن کہیں ماتم کا نہ ہو۔ ☒ **عرض:** غفلت غالب آجاتی ہے۔ **ارشاد:** یہ امتیاز بڑا علم ہے۔ ☒ **عرض:** معمولات برائے نام پورے ہوتے ہیں۔ **ارشاد:** یہ عنداللہ بڑے کام کے ہیں، شکر۔ ☒ **عرض:** کسل اور آرام طلبی کا عادی ہوں۔ **ارشاد:** پھر بھی عاری نہیں۔ ☒ **عرض:** جتنا انفاق فی سبیل اللہ کرنا چاہئے وہ نفس پر شاق گزرتا ہے۔ **ارشاد:** انفاق اہل وعیال پیش نظر شائق ہو کر شوقاً انفاق ہے۔ ☒ **عرض:** حضرت سے استدعا ہے کہ میرے حق میں اور بالخصوص اہل خانہ اور اولاد کی اصلاح وتربیت وترک معصیت کی دعا کریں حسن خاتمہ نصیب ہو۔ **ارشاد:** اللہ تعالیٰ یہ سب خیر مرادیں بخیر پوری فرمائیں۔ ☒ **عرض:** اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر بصحت وعافیت وترقی درجات زندہ سلامت رکھے اور فیض عام کردے، شرف قبولیت عطا کرے۔ فقط والسلام۔ احقر خادم محمد قیصر عفی عنہ

ارشاد: یہ مخلصانہ محبت اور یہ دعا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

تعزیت کے وقت گلے ملنا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

فوتگی کے بعد فوت ہونے والے کے قریبی رشتہ داروں سے تعزیت کرنا سنت ہے، اور تعزیت کا مطلب ہے تسلی دینا اور متوفی کے لئے مختصر دعائیہ کلمات ادا کرنا۔ آج کل جو رواج ہے کہ تعزیت کے لئے جانے والے حضرات آکر پہلے گلے ملنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور پھر بیٹھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور ساتھ ہی اہل خانہ سمیت تمام حاضرین ہاتھ اٹھاتے ہیں اور کچھ دیر کے بعد ہاتھوں کو منہ پر پھیر کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ پھر جب کوئی واپس جانا چاہتا ہے تو دوبارہ یہی عمل دہراتا ہے، اور تقریباً تعزیت کے لئے آنے والا ہر ہر فرد آمد ورفت کے وقت اس عمل کو دہراتا ہے اور تمام حاضرین بھی ہر مرتبہ شرکت کرتے ہیں اور اس عمل کو اتنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی خاص اس طریقہ کے مطابق تعزیت نہ کرے خواہ سیدھے سادے طریقہ پر سنت کے مطابق تعزیت کر کے شریعت کا حکم پورا کردے، اسے معیوب سمجھتے ہیں، حالانکہ تعزیت کا یہ خاص مروجہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں بلکہ بعد کے لوگوں کا خود ساختہ اور ایجاد کردہ ہے، لہٰذا مذکورہ طریقہ پر تعزیت کو ضروری سمجھنا غلط ہے، اس کے بجائے سنت کے مطابق سادے انداز میں تعزیت پر اکتفا کرنا چاہئے نہ اس میں گلے ملنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی بار بار ہاتھ اٹھانے کی۔

تعلیماتِ حکیم الامت ترتیب: مفتی محمد رضوان

اصلاحُ العلماء والمدارس

(علماء واہلِ مدارس کی کوتاہیوں کے نقصانات)

فرمایا: ''مدارس میں متعدد امور (کئی معاملات) ایسے بھی پائے جاتے ہیں، جن کی اصلاح بہت ضروری ہے، اور اصلاح نہ ہونے سے اہلِ علم کی جماعت معترضین کا ہدفِ ملامت (لعن وطعن کا نشانہ) بھی بنتی ہے اور خود مدارس کی روح یعنی عمل بِالدّین وہ بھی ضعیف ہوجاتی ہے اور نیز ان امور کو دیکھ کر دوسروں پر یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ لوگ علومِ دینیہ سے متوحّش اور نفور ہوجاتے ہیں، اور اس کا سبب اہلِ علم کی جماعت ہوتی ہے، تو گویا درجہ تسبب میں **یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللہِ** (اللہ کے راستہ یعنی دین سے روکنے) کے مصداق میں داخل ہوتے ہیں''

(العلم والعلماء ص ۱۲۴ بحوالہ حقوق العلم)

''علماء کی جماعت میں اگر ایک شخص بھی لااُبالی (غافل اور لاپرواہ) ہوتا ہے تو اس کا اثر سب پر پہنچتا ہے، اور یہ اثر دو طرح ہوتا ہے، ایک یہ کہ اس کو دیکھ کر دوسرے عوام بدعملی پر جرأت کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ سب علماء سے بدگمان ہوجاتے ہیں اور اس طرح سے علماء پر اعتراض کی نوبت آتی ہے اور پھر اعتراض سے بدزبانی تک نوبت آجاتی ہے اس میں اگرچہ اکثر عوام غلط ہیں کیونکہ ''لَاتَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْریٰ'' (قیامت کے دن ہر ایک کو اپنے کیئے کی سزا بھگتنی ہوگی) لیکن زیادہ تر اس کا سبب ہم ہیں، اور وہ اعتراضات مخالفین کے نہیں ہوتے، کہ ان کو حسد یا بُغض پر محمول کرلیا جائے یا یہ کہا جائے کہ اعتراضات تو انبیاء پر بھی ہوئے ہیں، پھر ہم کو اعتراضات کی کیا پرواہ۔ کیونکہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام پر اعتراضات کفار کی طرف سے ہوئے تھے اور علماء پر ان کے موافقین جو ان کا دم بھرتے ہیں، اعتراض کرتے ہیں، یہ بہت بڑا عیب ہے کہ اپنے لوگ بھی اعتراض کرنے پر مجبور ہوں، ہماری حالت بے حد محلِ تأسف (اور قابل افسوس) ہے۔ اس سے عوام الناس پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے یعنی ان کو یہ کہنے کی گنجائش ملتی ہے کہ علماء ایسے ہوتے ہیں، اگر خلوصِ تقویٰ نہ

اختیار کیا جائے تو اسی مصلحت سے اختیار کرلیا جائے کہ اس سے عوام بگڑیں گے، ورنہ ایسے لوگ ''یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللہِ'' کے مصداق کہے جاسکتے ہیں، کیونکہ (دین سے) روکنا جس طرح مباشرتاً (وعملاً) ہوتا ہے کہ ہاتھ سے روکے تو اسی طرح تسبب (سبب بننا) بھی ایک قسم کا روکنا ہے، اس کو بھی ''صَدٌ عَنْ سَبِیْلِ اللہ'' کہا جائے گا، کیونکہ سببِ معصیت بھی معصیت ہوتا ہے (یعنی گناہ کا سبب اور ذریعہ بننا بھی گناہ ہوتا ہے) اور اسی معصیت (گناہ) کے ساتھ اس (سبب) کا بھی شمار ہوتا ہے'' (العلم والعلماء ص ۱۵۰ بحوالہ دعواتِ عبدیت ج ۳ و آدابُ المتعلمین)

فائدہ: حکیم الامت رحمہ اللہ کے مذکورہ ارشادات سے درجِ ذیل امور معلوم ہوئے

(۱)...... دینی مدارس اور علماء میں کئی چیزیں قابلِ اصلاح ہیں جن کی اصلاح کا اہتمام بہت ضروری ہے

(۲)...... دینی مدارس اور علماء کی کمزوریوں اور کوتاہیوں سے کئی مفاسد اور نقصانات پیدا ہوتے ہیں مثلاً

(الف)...... دینی مدارس کی جو روح ہے یعنی دین پر عمل کرنا یہ ضعیف اور کمزور ہو جاتی ہے اور روح کے ضعیف ہونے سے خیر و برکت اُڑ جاتی ہے اور یہ سب سے بڑا نقصان ہے جس پر آخرت میں اور اللہ رب العزت کے حضور بھی مؤاخذہ اور پکڑ کا خطرہ ہے۔

(ب)...... اس کی وجہ سے اہل علم حضرات پر اعتراضات و ملامت کا راستہ کھلتا ہے جو بیحد قابلِ افسوس ہے

(ج)...... علماء سے لوگ بدگمان ہو جاتے ہیں، جو بہت بڑے نقصان کی بات ہے۔

(د)...... جب علماء سے بدگمانی ہوتی ہے تو اس کے بعد بدزبانی کی نوبت آتی ہے۔

(ہ)...... دینی علم، مدارسِ دینیہ اور علمائے دین سے لوگوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور پھر لوگوں میں اس کی وجہ سے دینی علم سے محرومی اور دوری پیدا ہوتی ہے۔

(و)...... جب لوگ علماء کو کسی گناہ اور کوتاہی میں مبتلاء دیکھتے ہیں تو ان کو بھی ان گناہوں پر جرأت ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے ان کے دلوں سے اس گناہ کی بُرائی نکلتی جاتی ہے کہ جب علم والے بھی یہ کام کررہے ہیں تو ہمارے کرنے میں کیا حرج ہے اور اگر ان کی بچت ہوسکتی ہے تو ہماری بھی ہوسکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

(ز)...... اہلِ مدارس اور علماء کی غلطیوں کی وجہ سے لوگوں کے دین سے متنفر ہونے اور علم سے دور ہونے کا سبب خود ان اہل مدارس اور علماء کی غلطی و کوتاہی ہوتی ہے اور کسی گناہ اور خرابی کا سبب بننا بھی گناہ ہے

لہٰذا اس اعتبار سے یہ علماء و اہل مدارس خود بھی گنہگار ہوتے ہیں اور دوسروں کو دین اور علم سے روکنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

(ح)......علما اور اہل مدارس کی غلطیوں کی وجہ سے اپنے بھی بیگانے اور مخالف ہو جاتے ہیں۔

(ط)......بدعملی اور کوتاہی کی وجہ سے علماء و مدارس پر جو اعتراضات ہوتے ہیں انہیں انبیاء کرام کی سنت قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس کا سبب اپنی کوتاہی اور غفلت کو قرار دیا جاوے گا۔

(ی)......علماء اور اہل مدارس کی غلطیوں کو دیکھ کر عوام کو تمام علماء، دینی مدارس اور دینی علم سے متنفر نہیں ہونا چاہیئے بلکہ علماء، مدارس اور دینی علم کی اہمیت دل میں رہنی چاہیئے۔

اب مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں مختلف قسم کی بداعمالیوں کا ارتکاب کرنے والے علماء کو غور کرنا چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ عوام الناس ان کی ان غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے علماء و مدارس سے متنفر ہو رہے ہیں اور کئی قسم کے اعتراضات کئے جا رہے ہیں۔

کون سے علماء انبیاء کے وارث ہیں؟

اہلِ حق علمائے کرام انبیاء علیہم السلام کے سچے جانشین و وارثین ہوتے ہیں ان پر حضور ﷺ کے بعد یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دین کو صحیح صحیح طریقہ پر حاصل کریں اور پھر حکمت و مصلحت کے تقاضوں کے مطابق اس کو دوسروں تک پہنچانے کی خدمت بھی بحسن وخوبی انجام دیں۔ پھر یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ جب علمائے کرام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ٹھہرے تو یہ سوچنا چاہیئے کہ وراثت تو ہر چیز میں جاری ہوا کرتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی فوت ہو جائے اور وہ مکان، جائیداد، زیورات، نقدی گھریلو اشیاء، نئی و پرانی استعمالی وغیر استعمالی چیزیں اپنی ملکیت میں چھوڑے تو ان سب نئی پرانی اور چھوٹی بڑی چیزوں میں وراثت جاری ہوگی۔ اب علمائے کرام بالخصوص اُن خطباء اور مقررین، واعظین حضرات کو غور کرنے کی ضرورت ہے جنہوں نے اپنی زندگی کا مشن ہی کسی خاص موضوع اور خاص فرقہ کو بنا رکھا ہے اور ان کی رات دن کی صلاحیتیں پورے دین کے بجائے دین کے کسی خاص گوشہ پر ہی خرچ ہو رہی ہیں، کیا دین کے دوسرے شعبوں اور دوسرے موضوعات کی میراث ان کو حاصل نہیں؟ اسی سے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے کامل اور ناقص وارثوں میں سے ہونے کا فرق خوب اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

مقالات ومضامین محمد امجد

دجالی فتنہ اور مسلمانوں کے موجودہ حالات

نبی کریم ﷺ کی مبارک حدیثوں کا ایک حصہ قیامت تک دنیا میں رونما ہونے والے بڑے بڑے واقعات وانقلابات اور امت مسلمہ کو پیش آنے والے حالات وامتحانات پر مشتمل ہے جس کو عام بول چال میں پیشین گوئیاں کہتے ہیں، یوں تو گزشتہ انبیاء بھی اپنی اپنی امتوں کو بحکم الٰہی بقدر ضرورت آنے والے حالات کی خبر دیتے تھے لیکن یہ خبریں عموماً محدود زمانے اور حالات کے متعلق ہوتی تھیں۔ کیونکہ نبوت کا سلسلہ جاری تھا آگے اور نبی نے آنا ہوتا تھا پھر آنے والے نبی کے ذریعہ سے پیشین گوئیاں بیان کردی جاتی تھیں اس لئے عام طور پر پہلے انبیاء علیہم السلام کی اس درمیانی وقفہ کے متعلق ہی پیشین گوئیاں ہوتی تھیں تا کہ کوئی نیا حادثہ یا انوکھا واقعہ دیکھ کر قوم کسی خلجان یا بے راہ روی میں نہ پڑ جائے۔ البتہ بعض واقعات ایسے ہیں کہ بظاہر اپنے زمانہ سے متعلق نہ ہونے کے باوجود گزشتہ انبیاء علیہم السلام برابر ان کی خبر اپنی اپنی امتوں کو دیتے رہے ہیں جن میں سے ایک تو نبی آخرالزمان یعنی ہمارے آقا حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی بعثت وآمد کی بشارت اور ان پر ایمان لانے کی تاکید ہے اور دوسرا واقعہ قیامت سے پہلے دجال کی آمد اور اس کے خروج کا ہے۔ کہ گزشتہ انبیاء علیہم السلام کا اس سے اپنی اپنی امتوں کو خبردار کرنا احادیث میں منقول ہے اور حضور اکرم ﷺ نے تو دجال کے فتنہ کی بہت تفصیل اور اس کے جزئی واقعات تک بیان فرمادیئے ہیں تا کہ امت پر کسی طرح سے بھی یہ فتنہ مشتبہ نہ رہے اور امت کسی بھی رخ سے دجال کے جال میں نہ پھنس جائے۔ دجال کے فتنہ سے متعلق کئی احادیث کی روشنی میں خلاصہ ملاحظہ ہو۔

(۱)......دجال کا فتنہ اتنا سخت ہوگا کہ انسانی تاریخ میں اس سے بڑا فتنہ نہ کبھی ہوا نہ آئندہ ہوگا (ابن ماجہ، طبرانی) (۲)......اس لئے تمام انبیاء کرام اپنی اپنی امتوں کو اس سے خبردار کرتے رہے (ابن ماجہ، مسند احمد) (۳)......وہ پہلے نبوت کا اس کے بعد خدائی کا دعویٰ کرے گا (ابن ماجہ، احمد) (۴)......اس کے ساتھ غذا کا بہت بڑا ذخیرہ ہوگا (احمد، حاکم) (۵)......زمین کے پوشیدہ خزانوں کو حکم دے گا تو وہ باہر نکل کر اس کے پیچھے ہوجائیں گے (مسلم وغیرہ) (۶)...... مادر زاد اندھے اور ابرص (کوڑھی وغیرہ) کو تندرست کردے گا (طبرانی) (۷)......اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ شیاطین بھیجے گا جو لوگوں سے باتیں کریں گے

(احمد)(۸)......وہ کسی دیہاتی سے کہے گا کہ اگر میں تیرے ماں باپ کو زندہ کر دوں تو مجھے تو اپنا رب مان لے گا؟ دیہاتی وعدہ کرے گا تو اس کے سامنے دو شیطان اس کے ماں باپ کی صورت میں آ کر کہیں گے کہ بیٹا! تو اس کی اطاعت کر یہ تیرا رب ہے (ابن ماجہ)(۹)......جو شخص اس کو سچا سمجھے گا (کافر ہو جائے گا اور) اس کے پچھلے تمام نیک اعمال باطل و بے کار ہو جائیں گے اور جو اس کو جھٹلائے گا اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے (طبرانی)(۱۰)......اس کا عظیم فتنہ یہ ہوگا کہ جو لوگ اس کی بات مان لیں گے ان کی زمینوں میں دجال کے کہنے پر بادلوں سے بارش ہو (تی نظر آئے) گی اور اس کے کہنے پر ان کی زمین فصل اور نباتات (اناج وغیرہ) اگائے گی اور ان کے جانور خوب موٹے تازے ہو جائیں گے اور ان کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے اور جو لوگ اس کی بات نہ مانیں گے ان میں قحط پڑے گا اور ان کے جانور ہلاک ہو جائیں گے (مسلم، ابن ماجہ)(۱۱)......اس کی پیروی کرنے والوں کے علاوہ سب لوگ اس وقت مشقت اور تکلیف میں ہوں گے (احمد، حاکم)(۱۲)......عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی بھی اس کے قتل پر قادر نہ ہوگا (ابوداؤد)(عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمانوں پر اٹھایا جانے کا ذکر خود قرآن مجید میں موجود ہے اور قیامت کے قریب دوبارہ نازل ہونے اور دجال سے مقابلہ کرنے اور کفار سے جہاد کرنے اور دین اسلام کو تمام دوسرے باطل مذاہب اور ملتوں پر غالب کرنے کا ذکر تفصیل سے صحیح احادیث میں موجود ہے) (۱۳)......دجال کا فتنہ چالیس روز تک برقرار رہے گا جن میں سے ایک دن ایک سال کے برابر اور ایک دن ایک مہینے کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا، باقی دن معمول کے مطابق ہوں گے (۱۴)......اس زمانہ میں مسلمانوں کے تین شہر ایسے ہوں گے کہ ان میں سے ایک تو دو سمندروں کے سنگم پر ہوگا، دوسرا ''حیرہ'' (عراق) کے مقام پر اور تیسرا شام میں ہوگا، وہ مشرق کے لوگوں کو شکست دے گا اور اس شہر میں پہلے آئے گا جو دو سمندروں کے سنگم پر واقع ہے (احمد)(۱۵)......شہر کے لوگ تین گروہوں میں بٹ جائیں گے (احمد)(۱۶)......ایک گروہ دجال کی پیروی کرے گا اور ایک دیہات میں چلا جائے گا (احمد، ابن ابی شیبہ)(۱۷)......اور ایک گروہ اپنے قریب والے شہر میں منتقل ہو جائے گا، پھر دجال اس قریب والے شہر میں آئے گا اس میں بھی لوگوں کے اسی طرح تین گروہ ہو جائیں گے اور تیسرا گروہ اس قریب والے شہر میں منتقل ہو جائے گا جو شام کے مغربی حصہ میں ہوگا (احمد)(۱۸)......یہاں تک کہ مؤمنین اردن و بیت المقدس میں جمع ہو جائیں گے (ابن ماجہ، حاکم)(۱۹)......دجال شام میں (فلسطین

کے ایک شہر تک) پہنچ جائے گا (جو باب لد پر واقع ہوگا) (۲۰)...... بالآخر مسلمان (بیت المقدس کے) ایک پہاڑ پر محصور ہوجائیں گے (حاکم، احمد) (۲۱)......دجال پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ ڈال کر مسلمانوں (کی ایک جماعت کا) محاصرہ کرلے گا (حاکم) (۲۲)...... یہ بہت سخت محاصرہ ہوگا (۲۳)......اس (محاصرہ) کی وجہ سے مسلمان سخت مشقت وتکلیف (اور فقروفاقہ) میں مبتلا ہوجائیں گے (احمد، حاکم) (۲۴)...... دجال آخری بار اردن کے علاقہ میں افیق نامی گھاٹی پر نمودار ہوگا اس وقت جو بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہوگا وہ اردن کی اس گھاٹی میں موجود ہوگا دجال ایک تہائی مسلمانوں کو قتل کردے گا ایک تہائی کو شکست دے گا اور صرف ایک تہائی مسلمان باقی بچیں گے (حاکم) (۲۵)...... جب محاصرہ طول کھینچے گا تو مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا کہ (اب کس کا انتظار ہے) اس سرکش سے جنگ کرو (تاکہ شہادت یا فتح میں سے ایک چیز تم کو حاصل ہوجائے) چنانچہ سب لوگ پختہ عہد کرلیں گے کہ صبح ہوتے ہی (فجر کی نماز کے بعد) دجال سے جنگ کریں گے،

اس صبح جبکہ مسلمان جنگ کی تیاری کررہے ہوں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے

ان احادیث میں دجال کے فتنہ کے جو واقعات وحالات بیان کئے گئے ہیں۔ان سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کس وجہ سے ہر نبی اپنی امت کو اس فتنہ سے خبردار کرتا تھا اور خصوصاً نبی علیہ السلام نے اس فتنہ کو انسانی تاریخ کا سب سے بڑا فتنہ کیوں قرار دیا ہے؟

عبرت وبصیرت کی چند باتیں

(۱)......دجال کے فتنہ کی مذکورہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہے کہ ابتلاء وامتحان کے لئے بحکم الٰہی اس کے پاس ظاہر میں مادی وسائل اور انسانی ضروریات کے بڑے بڑے خزانے ہوں گے، شیاطین اور انسانوں کے بڑے بڑے گروہ اور لشکر اس کے ساتھ ہوں گے، کائنات کے نظام میں اور محدود درجے میں انسان کی موت وحیات میں تصرف کرنے کی قدرت اس کو دی جائے گی اور وہ ان اختیارات وتصرفات کی وجہ سے لوگوں کو گمراہ کرے گا اور اپنی پیروی پر مجبور کرے گا اور اس کی اتباع نہ کرنے کی صورت میں زندگی ظاہری اسباب کے اعتبار سے تلخ سے تلخ تر ہوجائے گی یعنی صرف ایمان اور اسلام کی پونجی بچانے کے لئے گویا آگ اور خون کے دریا عبور کرنے پڑیں گے، اور صرف اس ایمان کا سودا کرنے

کی صورت میں بظاہر وقتی طور پر ہر طرح سے انعام واکرام اور مادی وسائل وضروریات کی فراوانی حاصل ہوگی، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دجال کے فتنہ میں اپنے دین کو بچانے اور حق پر جمے رہنے کے لئے کس دل گردے اور کتنے مضبوط ایمان کی ضرورت ہوگی۔

ہماری گزارشات کا مقصد یہ تو نہیں کہ دجال کے ظاہر ہونے کے کسی خاص وقت کی پیشین گوئی کریں بلکہ اس کے فتنہ سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا اور اپنی ایمانی حالت کا جائزہ لینا مقصود ہے موجودہ وقت میں جو کمزور ایمان لوگ ایسے جھوٹے پیروں، فقیروں، ڈھونگیوں، نجومیوں، ملنگوں اور درویشوں سے متاثر ہو جاتے ہیں جو شرعی احکام کے پابند نہیں ہوتے لیکن ان کے ظاہری کسی ٹونے ٹوٹکے اور ان کے ہاتھ پر اچھنبے کی کوئی بات دیکھ کر معتقد ہو جاتے ہیں یا مال ودولت کے ساتھ سودے بازی کر کے یا کسی منصب اور عہدے کی خاطر سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ایسے کمزور ایمان والے لوگوں کے لئے دجال کے فتنہ سے محفوظ رہنا بہت مشکل ہوگا، مسلمانوں کو اپنے اس طرز عمل کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔

آج دنیا جس دور سے گذر رہی ہے وہ دجال کی آمد سے پہلے مادی لحاظ سے ترقی یافتہ ترین دور ہے۔ انسانوں نے بظاہر اپنے زعم میں اپنی طاقت کی حد تک کائنات کو مسخر کرلیا ہے، اور تسخیر کائنات کا یہ ذوقِ جنون ابھی زوروں پر ہے۔ مادی لحاظ سے دنیا ایک دوسرے سے قریب ہو کر ایک گاؤں (Global Village) کی شکل اختیار کر چکی ہے، فاصلے، مسافتیں اور دوریاں ماضی کا قصہ بن چکی ہیں ایک ہی رنگ اور ایک ہی نظام میں ساری دنیا رنگتی جارہی ہے اور وہ رنگ مادیت کا رنگ ہے، وہ نظام سفلی خواہشات کو زندگی کا مقصد اور اپنا نصب العین بنا کر اسی کے لئے جینے مرنے کا نظام ہے وہ روحانی اقدار اور اخلاقی روایات اور فطری اصول جو بلا لحاظ ملت ومذہب ہمیشہ انسانیت کا طرہ امتیاز رہے ہیں وہ بھی اب خواب وخیال بن چکے اور بنتے جارہے ہیں، کچھ نادیدہ ہاتھ اور پوشیدہ قوتیں منظّم طریقہ اور سوچی سمجھی سازش کے تحت انسانیت کو کسی نامعلوم منزل کی طرف لے جارہی ہیں۔ شاید دجال کے اس عالمگیر مبنی بر فتن نظام کی طرف جس کی قیامت خیزیوں کی خبر ہمارے آقا ﷺ نے چودہ سو سال پہلے سنا دی تھی آج انسانیت اس ہلاکت کے سفر میں بہت آگے بڑھ چکی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہلاکت کی یہ منزل دجال کے خروج سے پہلے ہی بہت قریب آچکی ہے، ذرا موازنہ کرو! دجال کے اس فتنے کا جو اگلے قریبی زمانے میں پیش آنے والا ہے، ان حالات سے جن سے آج دنیا گزر رہی ہے کتنی یکسانیت ہے،

؎ وہی فتنہ ہے بس یہاں ذرا جام میں ڈھلتا ہے۔

دجال کے دور میں نایاب ترین دولت ومتاع دین اور ایمان ہوگی جس کو بچانے کے لئے مومن کو ہر چیز سے دست بردار ہونا پڑے گا اور ہر قسم کی قربانی دینی پڑے گی اور ایمان کا سودا کر کے بظاہر ہر مادی دولت، ہر سہولت، ہر راحت حاصل ہو جائے گی کیا آج کا دور فتنہ دجال کے اس دور کی تمہید نہیں؟ کہ خود مسلمان حکومتوں اور ملکوں میں، مسلمانوں کے معاشرے اور آبادیوں میں، مسلمانوں کے گھروں اور بازاروں میں مسلمانوں کی مارکیٹوں اور دکانوں میں، مسلمانوں کی کچہریوں، تھانوں اور عدالتوں میں حتیٰ کہ مسلمان کی انفرادی اور ذاتی زندگی کے شب وروز میں، جلوت اور خلوت میں، لین دین، میل جول میں، خوشی، غمی کی تقریبات میں، دکھ اور سکھ کی مجلسوں اور محفلوں میں اگر کوئی چیز سب سے زیادہ اجنبی اور نامانوس ہے تو وہ دین اور ایمان ہے، اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، ہماری انفرادی واجتماعی زندگی کے مذکورہ تمام مواقع ومقامات میں صرف مادی، جسمانی ضروریات کا حصول (خواہ جس طرح بھی ہو) اور سفلی خواہشات کی تسکین ہی اولین وآخرین مقصد بن چکا ہے، ان سفلی خواہشات کی تسکین اور مادی منافع کے حصول کی (یقینی نہیں) موہوم امید پر بھی ہم اپنی جان ہتھیلی پر اور عزت داؤ پر لگانے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے بڑے سے بڑے حکم کو معمولی نفسانی خواہشات کی بھینٹ چڑھا لیتے ہیں، حالانکہ ہم اس عظیم پیغمبر (علیہ الصلاۃ والسلام) کے امتی اور اس عظیم امت کے وارث ہیں جن کی زندگی کا مقصد ان کے رب نے یہ بیان فرمایا تھا ''قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ '' ترجمہ: اے نبی (ﷺ) فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز، میری قربانی، اور میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے (سورہ انعام آیت ۱۶۳)

مادیت میں انہماک اور سفلی خواہشات کی تسکین کے جذبے نے ہماری سیرت وکردار ہمارے دل ودماغ سوچ وفکر اور ہمارے ظاہر وباطن میں کیا گل کھلائے ہیں اور اس تھور کے درخت پر کیا برگ وبار آئے ہیں ذرا ملاحظہ ہو۔

دنیا کی محبت، جاہ ومرتبہ اور منصب وعہدہ کی محبت، موت سے کراہیت، آخرت سے بے فکری، اللہ تعالیٰ سے لاتعلقی اور اس کے عذاب سے بے خوفی، حرص، لالچ، طمع، حسد، بغض، کینہ، منافقت آپس میں عداوت، تکبر، دین سے جہالت، غفلت، شہوت پرستی، بے حیائی وبے شرمی۔ ہمارے اکثر اعمال وافعال

اور مادی دوڑ دھوپ کی پشت پر عموماً ان بری خصلتوں میں سے کوئی ایک یا زیادہ خصلتیں کارفرما ہوتی ہیں ان مذکورہ بری خصلتوں میں سے ایک ایک خصلت (رذیلہ) اتنی خطرناک ہے کہ مسلمان کی ایمانی زندگی کو تہس نہس کر دینے کے لئے کافی ہے چہ جائیکہ جب ان میں سے کئی کئی خصلتیں ایک فرد میں جمع ہوں، اور اکا دکا افراد میں نہیں بلکہ پوری قوم اور معاشرہ اس رنگ میں رنگا ہوا ہو تو نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ دجال کے سیلابِ بلا کے ریلے سے پہلے اس کے ان تمہیدی فتنوں کے طوفان میں ہی امت خس وخاشاک کی طرح بہہ رہی ہیں، یا اللہ امت مسلمہ کو احساسِ زیاں عطا فرما۔

یہ روح کی وہ بیماریاں ہیں جو انسان کی شرفِ انسانیت کو بھٹہ لگاتی ہیں اور اسے اشرف المخلوقات کے زمرے سے نکال کر ڈور ڈنگروں کی قطار میں کھڑا کر دیتی ہیں بلکہ ان سے بھی گئی گزری حالت میں پہنچا دیتی ہیں ''اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ''(یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے) آج انسانیت کی روح ان روحانی امراض سے زخمی زخمی اور کینسر زدہ ہے، امت مسلمہ کے پاس شریعت مطہرہ کی شکل میں مرہم بھی ہے اور نشتر بھی ہے لیکن وائے امت کی حرماں نصیبی! کہ وہ انسانیت کی ہمدرد بن کر اس کی مسیحائی کرنے کی بجائے ہم مرض بن کر ان مہلک امراض پر فخر کر رہی ہے۔ **يَاحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ**

اے امت مسلمہ! زمانہ قیامت کی چال چل رہا ہے۔ مہلت کی جو دو چار گھڑیاں جس کسی کو کسی درجہ میں امن وعافیت کی صورت میں ملی ہیں وہ ان کو غنیمت جانے اور ایمان کی یہ انمول پونجی (جو خوش قسمتی سے ہمیں پیدائشی طور پر مل گئی) محفوظ کر لے، کہیں ایسا نہ ہو رہی سہی مہلت بھی پوری ہو جائے، پانی سر سے گذر جائے اور دین ودنیا دونوں سے ہی ہم ہاتھ دھو بیٹھیں، جو کہ ناقابل تلافی خسارہ ہے ''**خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَالِکَ هُوَالْخُسْرَانُ الْمُبِيْن** '' ترجمہ: دنیا میں بھی گھاٹے میں رہے اور آخرت میں بھی یہی بڑا گھاٹا ہے۔ بطاعتے کوش گر عشق بلا انگیزی خواہی   متاعے جمع کن کہ شائد غارت گر شود پیدا

(اطاعت وفرمانبرداری میں کوشش کر اگر عشق کی شورش وبلا چاہتا ہے، کچھ توشہ وسامان جمع کر شائد غارت گر ظاہر ہو جائے)

مجھ کو شیطانوں کی چھیڑوں سے بچا   مجھ سے شیطانوں کو رکھ دور اے خُدا
مانگتا ہوں تجھ سے میں تیری پناہ   شر سے شیطانوں کے ہردم یااللہ
اپنی تائید اورعنایت سے تو کر   مجھ کو غالب مفسدوں کی قوم پر

مقالات ومضامین طارق محمود

بے جا طلاق کے نقصانات اور اس کا صحیح طریقہ

(دوسری اور آخری قسط)

جس طرح نکاح خوب غور وفکر اور سوچ سمجھ کر کیا جاتا ہے اور فوراً ہی چٹ پٹ نہیں کرلیا جاتا بلکہ چھوٹے بڑے کی رائے اور مشورہ کی ضرورت سمجھی جاتی ہے، مستقبل کے تمام حالات کو سوچا جاتا ہے، پھر استخارہ وغیرہ کر کے تب کہیں نکاح وغیرہ کا فیصلہ کیا جاتا ہے اسی طرح طلاق کا معاملہ بھی ہے کہ جب میاں بیوی میں کسی طرح نبھا نہ ہو رہا ہو اور آپس کے جوڑ کی کوئی تدبیر مؤثر ثابت نہ ہو رہی ہو، تو ایسے حالات میں بھی شوہر کو چاہئے کہ کھڑے چڑھے یک لخت طلاق دے کر تین پانچ نہ کردے بلکہ طلاق کے لئے مناسب وقت کا انتظار کرے۔

مناسب وقت کا مطلب یہ ہے کہ طلاق اس وقت دی جائے جبکہ بیوی پاکی کی حالت میں ہو، یعنی ماہواری کے مرحلے سے گذر چکی ہو، اور اس پاکی کے زمانے میں شوہر نے اس کے ساتھ صحبت بھی نہ کی ہو۔

لہٰذا اگر بیوی پاکی کی حالت میں نہ ہو بلکہ ماہواری کی حالت میں ہو یا زمانہ تو پاکی کا ہو لیکن اس پاکی کے عرصہ میں شوہر نے صحبت کرلی ہو، تو ایسی حالت میں طلاق دینا شرعاً گناہ ہے، اگرچہ اس سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ ایسی حالت میں طلاق دینے کے بجائے شوہر کو اگلی پاکی کے زمانے کا انتظار کرنا چاہئے پھر اگر مناسب وقت (یعنی ایسی پاکی کا زمانہ جس میں شوہر نے صحبت نہ کی ہو) پر بھی طلاق دینے کا ارادہ برقرار رہے تو شریعت نے اس کا صحیح طریقہ یہ بتلایا ہے کہ شوہر صرف ایک طلاق دے، مثلاً یوں کہے ''میں نے تجھے طلاق دی'' اور خاموش ہوجائے مزید طلاق سے متعلق کوئی اور لفظ نہ کہے، اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوجائے گی، لیکن اس کے بعد عدت کے اندر اندر شوہر کو رجوع کرنے اور نکاح بحال رکھنے کا حق حاصل ہوتا ہے، عدت تین ماہواریوں تک جاری رہتی ہے اور عدت کے دوران ہر دو فریق کو آئندہ کے لائحہ عمل کے بارے میں خوب سوچنے سمجھنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور آئندہ کے لئے صحیح فیصلہ کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اگر عدت کے دوران اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ علیحدگی مناسب نہیں اور اپنے کئے پر ندامت وشرمندگی ہو تو ابھی طلاق کا مسئلہ اتنا پیچیدہ نہیں ہوا، ابھی عدت کے دوران رجوع کی گنجائش ہے

شوہر بآسانی بیوی سے رجوع کر کے نکاح بحال رکھ سکتا ہے، اور رجوع ہونے کے لئے بیوی کی رضامندی یا اس کا سامنے ہونا بھی ضروری نہیں۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ رجوع کرتے وقت گواہ بنالے تاکہ بعد میں رجوع کرنے نہ کرنے میں اختلاف ہو جانے کی صورت میں فیصلہ آسان رہے اور دوسرے لوگوں کے علم میں بھی آجائے اور بعد میں تہمت سے حفاظت رہے، رجوع کا طریقہ بہت آسان ہے، رجوع زبانی بھی ہوسکتا ہے مثلاً شوہر اس طرح کے الفاظ کہے کہ ''میں اپنی بیوی کو دوبارہ اپنے نکاح میں لوٹاتا ہوں'' یا یہ کہ'' میں اپنی بیوی کو دوبارہ رکھ لیتا ہوں'' اور میاں بیوی والے خصوصی تعلقات قائم کر لینے یا بوس وکنار وغیرہ کرنے سے بھی رجوع ہو جاتا ہے۔

اگر عدت کے دوران غور وفکر کے بعد بھی میاں بیوی آپس میں علیحدگی ضروری سمجھیں تو عدت کے دوران رجوع نہ کریں، بلکہ عدت گزرنے دیں، عدت گزرتے ہی نکاح کا یہ رشتہ شرافت کے ساتھ خود بخود ختم ہو جائے گا، بیوی شوہر سے آزاد ہو جائے گی اور اس کو اختیار ہوگا جہاں چاہے نکاح کرے۔

طلاق کا یہ طریقہ سب سے اچھا طریقہ ہے جس کو احسن طلاق کہا جاتا ہے۔ اس طریقہ کار میں بہت سی مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔

ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ عدت کے دوران رجوع نہ کرنے کی وجہ سے اگر بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد دونوں کو اپنے حالات پر نظرِ ثانی اور ایک دوسرے کی کوتاہیوں اور غلطیوں کو بھلا کر ایک دوسرے کی اچھائیوں اور خوبیوں اور احسانات پر غور کرنے کا موقع مل گیا اور دونوں دوبارہ ایک دوسرے سے نکاح بحال کرنے کے نتیجہ پر پہنچ گئے تو عدت گزرنے کے بعد باہمی رضامندی سے گواہوں کی موجودگی میں نئے مہر کے ساتھ دوبارہ بآسانی بغیر شرعی حلالہ کے نکاح ہوسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اتنی خوبیاں دوسرے طریقوں سے طلاق دینے میں کہاں حاصل ہوسکتی ہیں۔

اگر دوبارہ نکاح کے بعد پھر بدقسمتی سے میاں بیوی کے درمیان تنازعہ کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں سابقہ طریقۂ کار کے مطابق عمل کرنا چاہئے (یعنی پہلے افہام وتفہیم پھر تنبیہ اور پھر خاندان کے دو افراد کو حَکَم اور ثالث بنا کر صلح وصفائی کا اہتمام) ان تمام مراحل سے گزر کر اگر پھر دوبارہ طلاق دینا ناگزیر ہو تو اس وقت بھی اسی طریقہ سے طلاق دے (یعنی ماہواری سے پاک زمانہ جس میں صحبت نہ کی ہو صاف الفاظ میں صرف ایک طلاق دے) اس صورت میں بھی معاملہ میاں بیوی کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور شوہر کو اختیار

ہے کہ عدت کے اندر بغیر نکاح کے رجوع کر لے۔اورعدت گزرنے کے بعد بھی باہمی رضامندی سے نئے مہر کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں تیسری مرتبہ نکاح ہوسکتا ہے۔لیکن اب چونکہ مرد طلاق کے دو زینے عبور کر چکا ہے اور دو طلاقیں واقع ہوچکیں ہیں۔رجوع یا دوسری مرتبہ نکاح کرنے سے یہ دو طلاقیں ختم نہیں ہوجاتیں، بلکہ بدستور برقرار رہتی ہیں۔البتہ شریعت نے دوطلاقوں کے بعد بھی نکاح کی گنجائش دی ہے لیکن آئندہ شوہر کے لئے صرف ایک طلاق کا حق باقی رہے گا۔دوسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد اب میاں بیوی کو اپنے مستقبل اور ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کے بارے میں خوب غور وفکر سے کام لینا چاہئے، کیونکہ آئندہ کے لئے ان کا کوئی بھی اقدام ان کے بارے میں آخری اور فیصلہ کن ہوگا اس تیسری مرتبہ بھی بدقسمتی اور کسی کی نادانی اور نالائقی کی وجہ سے حالات صحیح نہیں ہوئے تو اس صورتحال میں بھی سابقہ طریقۂ کار پرعمل کرے اور آخری مرحلہ پر طلاق کی ضرورت سمجھی جائے تو دے دی جائے لیکن اب تیسری طلاق واقع ہونے کی وجہ سے بیوی سابقہ شوہر کے لئے پکی حرام ہوجائے گی۔جس میں نہ رجوع ہوسکتا ہے اور نہ شرعی حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

یہ تھا طلاق دینے کا ایک مختصر خاکہ جو قرآن وحدیث میں بیان کیا گیا ہے اس طریقۂ کار میں میاں بیوی دونوں کے لئے ایک طویل عرصے تک ایک دوسرے سے علیٰحدگی اور اس سے پیدا شدہ اثرات پر سنجیدگی کے ساتھ غور وفکر کرنے کا موقع ملتا ہے اور دوبارہ رشتۂ ازدواج کو بحال اور قائم کرنے کا راستہ بھی کھلا رہتا ہے۔اس طریقہ کار سے انسان کو اندازہ ہوسکتا ہے کہ قرآن وسنت نے نکاح کے رشتہ کو برقرار رکھنے اور اسے ختم ہونے سے بچانے کے لئے درجہ بدرجہ کتنے راستے رکھے ہیں اور کتنا اس کا اہتمام کیا ہے۔

اب اگر کوئی شخص ان تمام درجوں کو پھلانگتے ہوئے بغیر سوچے سمجھے بیک وقت تین طلاق دے دے تو یہ شریعت کے حکم کی واضح خلاف ورزی ہے۔یاد رکھئے! کہ نکاح اور طلاق کوئی آنکھ مچولی کا کھیل نہیں جو غیر محدود زمانے تک جاری رہے۔

جب تین طلاق اکٹھی دے دے تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ اب نہ شوہر رجوع کرسکتا ہے اور نہ ہی میاں بیوی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔اب دونوں کو علیٰحدہ ہونا ہی پڑے گا، کیونکہ یہ تو ان کا اپنا قصور ہے، دین اور شریعت پر کوئی الزام نہیں اپنے کئے کو خود ہی بھگتے۔شریعت کے خلاف غلط راستہ اپنانے کی یہی سزا ہے۔

ہمارے معاشرے میں طلاق کے بارے میں بڑی خطرناک غلط فہمی یہ پھیلی ہوئی ہے کہ تین سے کم طلاق دینے کو طلاق ہی نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ یہاں تک غلط فہمی بڑھ گئی ہے، کہ ایک یا دو مرتبہ طلاق دینے کو یہ سمجھا جاتا ہے کہ طلاق ہی نہیں ہوئی۔ چنانچہ جب بھی طلاق کی نوبت آتی ہے۔تو تین سے کم پر تو گذارہ ہی نہیں ہوتا۔ حالانکہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ طلاق ایک مرتبہ کہنے سے بھی واقع ہو جاتی ہے اور میاں بیوی کے ایک دوسرے سے آزاد اور علیٰحدہ ہونے کی ضرورت اس سے بھی پوری ہوسکتی ہے۔ پھر اکٹھی تین کی ضرورت کیا رہ جاتی ہے؟ اور اس سے بھی بڑی کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ طلاق دیتے وقت علماء اور مفتی حضرات سے رجوع کرنے اور شریعت کا حکم معلوم کرنے کے بجائے دین سے ناواقف منشیوں اور اسٹامپ فروشوں وغیرہ کے پاس پہنچ کر طلاق لکھوالی جاتی ہے اور یہ دین سے نابلد لوگ شریعت کے تمام تقاضوں اور میاں بیوی کی تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ''مال مفت دل بے رحم'' کا مصداق بن کر اکٹھی تین طلاقیں لکھ کر پتہ صاف کر دیتے ہیں اور پھر نکاح بحال کرانے کے لئے مجبوراً علماء اور مفتیان حضرات کے پاس پہنچتے ہیں اور رونا دھونا کر کے حل نکلوانے کی کوشش کی جاتی ہے، مگر اب کیا ہوسکتا ہے اگر پہلے ہی علماء سے رجوع کرلیا جاتا تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔ لہٰذا طلاق کے بارے میں سب سے پہلے تو اس چیز کا شعور پیدا کرنا چاہئے کہ طلاق بالکل آخری درجہ ہوتا ہے، اور اس کو آخری درجے ہی میں استعمال کرنا چاہئے اور اگر اس طرح کی کبھی کوئی ضرورت پیش بھی آجائے، تو علماء ومفتیان کرام سے مشورہ کر کے شرعی اصولوں کی روشنی میں طلاق کے بارہ میں کوئی فیصلہ کرنا چاہئے۔

رائے گرامی حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب

(اعوانا نوالا، کلورکوٹ، بھکر)

ماہنامہ ''التبلیغ''، محرّم، صفر موصول ہوئے، التبلیغ دیکھ کر دل سے دعانکلی اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو ہر نہج پر دین کی خدمت کرنے کی توفیق عنایت فرماویں، ماشاءاللہ پرچہ کا ٹائٹل نہایت جاذبِ نظر، پھر ترتیب وتحریر والا صفحہ پڑھا طبعیت نہایت شاد ہوئی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ، مضامین ومسائل وغیرہ کی ترتیب خوب اچھی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے، ماہنامہ ''التبلیغ''، امتِ مسلمہ مرحومہ کی ہدایت واصلاح کا ذریعہ بناویں اور آپ حضرات کے لئے صدقہ جاریہ کریں۔ یہ عریضہ عجلت میں تحریر کر رہا ہوں اس لئے مختصر لکھا ورنہ پرچہ التبلیغ پر لکھنے کے لئے اچھا خاصا وقت چاہئے ......والباقی عند التلاقی۔ والسلام خیرالکلام۔ یکم ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

مقالات و مضامین

انیس احمد حنیف

صحابیٔ رسول حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

''حٰمٓ وَالْکِتَابِ الْمُبِیْنِ اِنَّا جَعَلْنَا ہُ قُرْ آنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ''سورہ زخرف کی ان ابتدائی آیات کی تلاوت ہو رہی تھی، نبوت کا گیارہواں سال تھا، اور مدینہ طیبہ میں اسعد بن زرارہ کا گھر آیاتِ قرآنی کی برکات سمیٹ رہا تھا، یہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہیں انصار میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہے اور جنہیں ہجرتِ نبوی کے بعد رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی ''قُصویٰ'' کی میزبانی کا شرف بھی حاصل ہوا، تلاوت کرنے والے مکہ کے سب سے زیادہ حسین نوجوان، درمیانہ قد اور خوبصورت زلفوں والے صحابی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے جو مدینہ میں مسلمانوں کے سب سے پہلے امام تھے اور جنہیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے بھیجا تھا، اس وقت بھی یہ تلاوت اسی سلسلۂ تبلیغ کی ایک کڑی تھی دل کی گہرائیوں سے اور اخلاص کے ساتھ پڑھی جانے والی آیاتِ قرآنی مخاطب کے دل میں گھر کر گئیں اور وہ بے اختیار اس کی سچائی کا اقرار کرتے ہوئے حلقہ وفا میں شامل ہو گیا، یہ مخاطب صحابیٔ رسول حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی چچا زاد بہن کبشہ بنتِ رافع کے فرزند اور صاحبِ خانہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی حضرت سعد بن معاذ تھے۔

سعد جن کی کنیت ''ابو عمرو'' اور لقب ''سیدُ الاوس'' ہے قبیلہ ''عبدالاشہل'' کے سردار تھے اسلام قبول کرنے کے بعد جب اپنی قوم میں واپس گئے تو ان سے یوں مخاطب ہوئے، اے عبدالاشہل! تم مجھے اپنے میں کیسا خیال کرتے ہو، سب نے کہا ''سردار اور اہلِ فضیلت'' سعد نے کہا ''تم جب تک مسلمان نہ ہو گے میں تم سے بات چیت نہ کروں گا'' ......عبدالاشہل وہ خوش بخت قبیلہ تھا جس نے ایسے دوراہے پر جہاں اسے اپنے مذہب یا اپنے سردار میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا اپنے جھوٹے مذہب پر اپنے ہر دلعزیز اور سچے سردار کو ترجیح دی اور شام سے پہلے پہلے پورا قبیلہ اپنے اس سردار کی دعوت پر سچے مذہب میں داخل ہو گیا، حضرت سعد کو انصار کا صدیقِ اکبر کہا جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ آپ کا وہ عظیم کارنامہ تھا جس میں آپ دوسرے تمام صحابہ سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ اسی سعادت کی بنا پر مرکزِ مہر و وفا ﷺ نے ان کے خاندان کو انصار کے دو بہترین گھرانوں میں سے ایک شمار کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''انصار کے بہترین گھرانے بنو

نجّار کے ہیں اوران کے بعد عبدالاشھل کا درجہ ہے''

ہجرت کے بعد اللہ کے رسول نے مہاجرین وانصار میں جومواخات و بھائی چارگی کا رشتہ قائم کیا تو حضرت سعد کا بھائی حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو بنایا گیا یہ وہی ابوعبیدہ ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی، امین الامّت کا لقب عطا فرمایا اور جو بعد میں شام کے امیر بھی رہے۔

ہجرت کے دوسرے سال جب کفار نے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کیں اور نبی اکرم ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے اصحابِ کرام سے مشورہ کیا۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صِدّیقہ کے بھائی حضرت عبداللہ بن ابوبکر فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ''اے اللہ کے نبی! کیوں نہ ہم آپ کے لئے ایک جھونپڑہ بنا دیں، آپ اس میں تشریف فرما ہوں، اور ہم آپ کے لئے آپ کی سواریوں کو تیار رکھیں، پھر ہم دشمنوں سے لڑیں اگر اللہ تعالیٰ ہم کو عزّت دیں اور دشمنوں پر ہمیں کامیابی عطا فرمائیں تو یہ وہ بات ہوگی جس کو ہم پسند کرتے ہیں، اور اگر کوئی دوسری بات ہوئی تو آپ اپنی سواریوں پر بیٹھ کر ہمارے پیچھے ہماری قوم سے مل جایئے آپ کے پیچھے وہ لوگ ہیں کہ وہ آپ کی محبت میں ہم سے بڑھ کر ہیں اور انہیں اگر یہ گمان ہوتا کہ آپ لڑائی میں جا رہے ہیں تو آپ سے پیچھے نہ رہتے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ آپ کی حفاظت فرمائیں گے، وہ آپ کی خیر خواہی کریں گے اور آپ کے ساتھ رہ کر جہاد کریں گے'' رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کے ان احساسات و جذبات پر ان کی تعریف کی اور ان کے لئے خیر کی دعا فرمائی، پھر انہوں نے حضور ﷺ کے لئے جھونپڑہ تیار کیا جس میں آپ ﷺ تشریف فرما رہے غزوہ بدر کے موقع پر حضرت سعد کے الفاظ تاریخ نے سنہرے حروف کے طور پر محفوظ کر لئے آپ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی، آپ کی فرمانبرداری کا عہد کیا، پس جو بھی مرضی مبارک ہو کیجئے، ربِّ اکبر کی قسم! جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم کود جائیں گے ہمارا ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا انشاء اللہ۔ آپ ہمیں میدانِ جنگ میں ثابت قدم پائیں گے، اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ کو ٹھنڈک پہنچائے'' نبی اکرم ﷺ آپ کی اس تقریر سے بہت خوش ہوئے، اس غزوہ میں قبیلۂ اوس کا جھنڈا حضور ﷺ نے حضرت سعد کو عطا فرمایا۔ اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے خیمے کے باہر پہرہ داری کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا۔ غزوۂ احد میں آپ ثابت قدمی سے اپنے محبوب آقا ﷺ کی حفاظت و

کامیابی کا عزم لئے دادِشجاعت دیتے رہے اس غزوہ میں ان کے چھوٹے بھائی حضرت عمرو بن معاذ ضرار بن خطاب کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔

ذیقعدہ ۵ ھ میں جب قریش مکہ اور یہود نے مل کر دس ہزار کا لشکر کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کردی تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی کے مشورے سے مدینہ کے گرد خندق کھدوا کر جنگ کرنا پسند فرمایا، اس موقع پر حضرت سعد ہاتھ میں حربہ لئے جوش کی حالت میں بڑی تیزی سے بڑھے جارہے تھے اور یہ شعر زبان پر تھا

البث قليلا تدرك الهيجا جمل لا باس با لموت اذا الموت كزل

(ذرا ٹھہر جانا کہ لڑائی میں ایک اور شخص پہنچ جائے جب وقت آ گیا تو موت سے کیا ڈرنا)

حضرت سعد کی والدہ حضرت کبشہ جو اس وقت حضرت عائشہ کے پاس موجود تھیں انہوں نے یہ شعر سنا تو بے اختیار پکار کر کہا ''بیٹا دوڑ کر جا...تو نے دیر لگا دی'' سعد کا قد عام افراد سے زیادہ لمبا تھا جبکہ وہ زرہ جو انہوں نے پہن رکھی تھی چھوٹی تھی، حضرت عائشہ نے سعد کی والدہ سے کہا ''سعد کی ماں !......زرہ بہت چھوٹی ہے......کاش سعد کی زرہ لمبی ہوتی''......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سعد کے بارے میں جیسا میرا خیال تھا وہی ہوا......سعد میدان میں پہنچے تو ایک قریشی حبان بن عبد مناف نے جو عرقہ کا بیٹا تھا ایک تیر ایسا چلایا کہ وہ آپ کے گھٹنے پر آ کر لگا جس سے رگ کٹ گئی اور خون جاری ہوگیا، آپ غزوہ خندق میں سب سے پہلے زخمی ہونے والے صحابی ہیں عبد مناف نے حملہ کرتے وقت نہایت جوش میں آ کر کہا تھا کہ ''لو یہ میرا تیر...... میں عرقہ کا بیٹا ہوں''......مرکزِ مہر و وفا ﷺ نے جب اپنے جانثار پرستار پر حملے کی خبر کے ساتھ یہ الفاظ سنے تو فرمایا......''خدا اس کا چہرہ دوزخ میں عرق آلود کرے......سعد کا یہ زخم بھی محبت کی بھرپور نشانی ثابت ہوا......خون بند کرتے تو ورم ہوجاتا...... نبی اکرم ﷺ نے ان کے لئے مسجد نبوی کے صحن میں چمڑے کا ایک خیمہ لگوادیا تھا سعد اسی میں رہتے تھے آپ ﷺ نے ایک طبیب کو ان کے علاج اور دیکھ بھال پر مامور کردیا آپ ﷺ خود بھی روزانہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے اور ان کا حوصلہ بڑھاتے، حضرت سعد کا تو گویا یہ حال تھا کہ ؎

میں عشق گزیدہ ہوں مِرا مرض جدا ہے میرے لئے دیدارِ مسیحا ہی دوا ہے

نبی اکرم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ان کے زخم کو داغا جس سے خون بہنا بند ہوگیا، سعد دل کی

گہرائی سے دل کے مالک کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا کی ...... ''اے اللہ! ...... اگر (آپ کے علم میں) قریش کی لڑائیوں کا سلسلہ ابھی باقی ہے ...... تو مجھے اور مہلت دے دیجئے ...... میں (آپ کی خاطر) ان لوگوں سے لڑنے کی تمنا رکھتا ہوں جنہوں نے آپ کے رسول ﷺ کو اذیتیں دیں اور ان کو جھٹلایا اور انہیں ان کے وطن سے نکال دیا ...... اور اگر (اے اللہ! ...... آپ کے علم کے مطابق) ان لڑائیوں کے ختم ہونے کا وقت آ چکا ہے ...... تو (میری خواہش ہے کہ) اس زخم سے مجھے شہادت دے دیجئے ...... البتہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھئے کہ جب تک بنوقریظہ کے معاملے میں میرا دِل مطمئن نہ ہوجائے''

بنوقریظہ وہ یہودی لوگ تھے جنہوں نے جنگ کے دوران یہ کہہ کر معاہدہ توڑ دیا تھا کہ ''ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بروقت ان کی اس عہد شکنی کی اطلاع دے دی، جنگ کے بعد آپ ﷺ نے بنوقریظہ کے محلے کا محاصرہ کر لیا پچیس دن کے طویل محاصرہ سے تنگ آ کر انہوں نے اپنے قلعہ سے باہر آنے کے حکم کی تعمیل اس شرط سے منسلک کر دی کہ سعد بن معاذ کے فیصلہ کے مطابق ہم باہر آئیں گے ...... بنوقریظہ چونکہ قبیلہ اوس کے حلیف رہے تھے اس لئے ان کا خیال تھا کہ سیدُ الاوس سعد ہمارے بارے میں نسبتاً نرم فیصلہ دیں گے ...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کو بلایا تو آپ بیماری کی حالت میں خچر پر سوار ہو کر حاضر ہوئے، راستے میں ان کی قوم کے لوگ ان سے کہتے چلے آ رہے تھے کہ اے ابوعمرو! یہ لوگ تمہارے حلیف تھے تمہارے دوست تھے اور مصیبت میں تمہارے کام آنے والے تھے اور تمہیں خود بھی معلوم ہے، سعد نے ان کی کسی بات کا جواب نہ دیا اور نہ ہی ان کی طرف توجہ کی، جب آپ بنوقریظہ کے محلے کے قریب آ گئے تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اب میرے لئے وہ وقت آ گیا ہے کہ میں اللہ کے دین کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کروں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''(سعد!) یہ لوگ تمہارے حکم کے منتظر ہیں'' ...... آقا کے حکم کی تعمیل میں سعد فیصلہ سنانے لگے ...... ''میں ان لوگوں کے بارے میں حکم دیتا ہوں ...... کہ ان کے تمام لڑنے والے مرد قتل کر دیئے جائیں ...... عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے ...... اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے'' ...... نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ سنا تو ارشاد فرمایا ''(سعد!) تم نے ان لوگوں کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی پیروی کی'' ...... چنانچہ اس فیصلہ پر عمل کیا گیا ...... سعد اپنی دعا کی قبولیت کے اثر کے منتظر تھے ...... اس واقعے کے چند دن بعد زخم

اچانک کسی وجہ سے پھٹ گیا اور پھر تیزی سے خون بہنے لگا...... آپ پر نزع کا عالم طاری تھا...... نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ہوئی...... آپ گھبرا کر اٹھے...... اور تیزی میں مسجد آئے...... ابھی کچھ سانس باقی تھے ...... نبی اکرم ﷺ نے سعد کا سر اپنے زانوئے اقدس پر رکھ لیا پھر آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی ’اے اللہ! سعد نے آپ کی راہ میں بڑی زحمت اٹھائی...... آپ کے رسول کی تصدیق کی...... اور حقوقِ اسلام کو ادا کیا...... اے اللہ!...... اس کی روح کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کیجئے جیسا آپ اپنے ولیوں کی روح کے ساتھ کرتے ہیں‘‘...... سعد نے اپنے محبوب آقا کی آواز سنی تو آنکھیں کھول دیں...... اور فرمایا...... السلام علیک یا رسول اللہ...... اور یوں پانچ سالہ رفاقت کے بعد سعد اس دنیا میں اپنے محبوب آقا سے جدا ہو گئے ؎

جس کی سانسوں میں چاہت کی خوشبو رچی — خون میں جس کے شامل وفا ہو گئی
وہ محبت کے درجوں پہ چڑھتا ہوا — وصل کی لذتوں میں مگن ہو گیا

سعد زندگی میں فرماتے تھے ’’یوں تو میں ایک معمولی آدمی ہوں لیکن (اللہ کے فضل و کرم سے) تین چیزوں میں جس رتبہ تک پہنچنا چاہئے پہنچ چکا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث سنتا ہوں اس کے منجانب اللہ ہونے کا یقین رکھتا ہوں، دوسرے نماز میں کسی طرف خیال نہیں کرتا، تیسرے جنازہ کے ساتھ رہتا ہوں تو منکر نکیر کے سوال کی فکر دامنگیر رہتی ہے‘‘۔ حضرت سعد کا یہ قول جب تابعین میں فقہ کے امام مانے جانے والے حضرت سعید بن مسیّب تک پہنچا تو انہوں نے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ پیغمبروں والی خصلتیں ہیں۔

حضرت سعد بن معاذ کے وصال پر فرشتوں کا ہجوم تھا جب آپ کی لاش کو کپڑے سے ڈھانک دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ بہت آہستہ آہستہ قدم رکھ رہے تھے جبکہ وہاں بظاہر سوائے سعد کے اور کوئی نہ تھا آپ ﷺ ذرا دیر بیٹھے...... اس کے بعد باہر تشریف لائے...... اور ارشاد فرمایا مجھے اس مجلس میں بیٹھنے کا موقع نہ ملا جب تک کہ میرے لئے ایک فرشتہ نے اپنا بازو نہیں سمیٹ لیا حضور ﷺ فرما رہے تھے اے ابو عمرو! تیرے لئے مبارک ہو، اے ابو عمر! تیرے لئے مبارک ہو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سعد بن معاذ کے لئے ایسے ستر ہزار فرشتے زمین پر اترے ہیں جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترے...... اور فرمایا کہ سعد کی موت پر اللہ کا عرش بھی حرکت کرنے لگا ہے۔

زندگی میں حضرت سعد ایک بھاری بھرکم آدمی تھے لیکن جنازہ اٹھانے والوں کو جنازہ خاصا ہلکا محسوس ہو رہا تھا، منافقین بھی ان کے جنازہ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے کسی نے ان میں سے کہا کہ ہم نے آج کے دن سے ہلکا جنازہ کسی کا نہیں دیکھا...... پھر کہا کہ جانتے ہو ایسا کیوں ہے...... یہ ان کے بنی قریظہ کے معاملے میں سخت فیصلہ دینے کی وجہ سے ہے...... اس بات کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا، قسم اس ذات کی کہ میری جان اُس کے ہاتھ میں ہے سعد کا جنازہ اس وجہ سے ہلکا تھا کہ ان کی چارپائی کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے حضرت سعد کے لئے جنت البقیع نامی قبرستان میں قبر کھودی تھی جب ہم کھودتے اور مٹی کا کوئی حصہ ہم پر آ پڑتا تو ہم پر مُشک جیسی خوشبو آتی، یہاں تک کہ ہم نے ان کی قبر مکمل کردی۔

ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب حضرت سعد کی تجہیز و تکفین کے بعد واپس آئے تو آپ کے آنسو آپ کی ریش مبارک پر ٹپک رہے تھے۔

ایک مرتبہ کسی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حریر کا جبہ بھیجا تھا...... صحابہ کرام اس کو چھوتے اور اس کی نرمی پر تعجب کرتے تھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم کو اس کی نرمی پر تعجب ہے حالانکہ جنت میں سعد بن معاذ کو جو رومال عطا کئے گئے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ نرم ہیں۔ زہے نصیب محبت قبول ہے جن کی

گزشتہ ماہ صحابی رسول حضرت عبیدہ بن حارث کے تذکرہ میں حضرت بلال کو غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے صحابی لکھ دیا گیا ہے جبکہ دراصل آپ حبشیوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے فرد تھے...غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ کا ایمان لانا منقول ہے (انیس احمد حنیف)

غیر شادی شدہ اور خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ

عموماً سمجھا جاتا ہے کہ جو شخص غیر شادی شدہ ہونے کی حالت میں فوت ہو جائے۔ یا خودکشی کے ذریعہ فوت ہو جائے تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھنی چاہئے۔ اور بغیر نمازِ جنازہ پڑھے ویسے ہی اسے دفن کردینا چاہئے حالانکہ شرعاً ان دونوں قسم کے افراد کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ البتہ بلا عذر شادی نہ کرنا شرعاً اچھا عمل نہیں۔ اور خودکشی کرنے والے کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اس کی جنازہ کی نماز میں مقتداء اور ممتاز افراد شریک نہ ہوں تا کہ لوگوں کو اس فعل سے نفرت ہو۔ بلکہ عام لوگ پڑھ کر دفن کردیں

علم کے مینار محمد انس

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

دھوبی گھاٹ سے فقیہِ زمانہ اور قاضیِ وقت تک

امام ابو یوسف رحمہ اللہ جن کا شمار دنیائے علم کے عظیم فقیہ، محدث اور قاضیوں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے خصوصی شاگردوں میں ہوتا ہے، آپ کا اصل نام یعقوب ہے آپ کوفہ میں پیدا ہوئے، وہیں تعلیم پائی اور وہیں سکونت اختیار کی آپ عربی النسل تھے اور آپ کا سلسلہ نسب انصار صحابہ سے جا ملتا ہے چنانچہ آپ کے جد اعلیٰ حضرت سعد بن حتبہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے جو غزوہ احد میں تو جنگ کی خواہش کے اظہار کے باوجود کم عمری کی وجہ سے اجازت نہ ملنے کی بناء پر شریک نہ ہوسکے مگر پھر غزوہ خندق اور بعد کی جنگوں میں اجازت ملنے پر شریک رہے۔ اس اعتبار سے امام ابو یوسف عربی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت کوفہ میں ۹۳ھ میں ہوئی دوسرا قول ۱۱۳ھ کا ہے اور آپ کی وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی۔

معاشی تنگی

آپ کے والد گرامی کا سایہ جلد ہی سر سے اٹھ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے عموماً تنگی رہتی تھے، اسی بناء پر آپ کی والدہ آپ کو دھوبی کے پاس لے گئیں تا کہ آپ یہ پیشہ سیکھ کر تنگدستی کو خوشحالی سے بدلنے کا باعث بنیں۔ راستے میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا حلقہ درس بھی پڑتا تھا آپ نے وہاں جانا شروع کر دیا جب والدہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو حقیقتِ حال سے آگاہ کرتے ہوئے معاش کی فکر کرنے پر زور دیا اور حلقہ درس میں جانے سے روکا جب بات نہ بنی تو خود ہی حضرت امام ابو حنیفہ سے جا کر شکایت کر دی۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اسے علم سیکھنے کے لئے ہمارے ہاں ہی رہنے دو، اس علم کی برکت اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے روغن پستہ میں تیار کیا ہوا فالودہ کھانے کو نصیب ہوگا، اور پھر بعد کے حالات نے حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی اس پیشین گوئی کو سچ کر دکھلایا، اسی کا تذکرہ کرتے ہوئے امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے قاضی کا عہدہ سپرد کئے جانے کے بعد ایک مرتبہ اتفاق ایسا ہوا کہ میں خلیفہ رشید کے پاس ''صحن فیروزج'' میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں فالودہ لایا گیا اور ساتھ میں روغن پستہ بھی تھا جب

ملازموں نے سامنے رکھ دیا تو خلیفہ بولے یہ ایک خاص قسم کا فالودہ ہے جو ہمارے بھی کبھی کبھار ہی بنتا ہے اسے کھایئے؟ امام ابو یوسف رحمہ اللہ یہ بات سن کر مسکرا دیئے خلیفہ نے جب مسکرانے کی وجہ پوچھی تو آپ نے اس کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پیشین گوئی کی صداقت ثابت ہونے کا واقعہ سنایا، جواباً خلیفہ بولے کہ واقعی یہ امام اعظم رحمہ اللہ کی شان تھی کہ وہ عقل کی آنکھ سے وہ چیزیں دیکھ لیتے تھے جنہیں سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔

معاشی کفالت

شروع میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے حالات بہت ہی زیادہ ناگفتہ بہ تھے حتی کہ ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ آپ نے والدین کے کہنے پر طلب معاش کی طرف توجہ دینا شروع کر دی اور حلقہ درس میں حاضری بہت کم ہوگئی جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ فرماتے ہیں کہ میں بولا والدین کے کہنے پر طلب معاش میں لگا رہتا ہوں اس وجہ سے حاضری میں کمی ہوگئی، اور فرماتے ہیں پھر اس کے بعد جب اگلی مرتبہ میں حلقہ درس سے اٹھنے لگا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے روک دیا جب مجلس درس برخاست ہوئی اور سب لوگ چلے گئے تو آپ نے ایک تھیلی میرے سپرد کرتے ہوئے فرمایا اس سے کام چلاؤ اور طلب معاش سے بے فکر ہو کر پہلے کی طرح حلقہ درس میں برابر پابندی سے آتے رہو اور جب یہ تھیلی ختم ہو جائے تو مجھے بتلا دینا مگر غیر حاضری نہ کرنا، امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جب میں نے تھیلی کھولی تو اس میں ایک سو درہم تھے جو اس دور میں کسی قیمتی دولت سے کم نہ سمجھے جاتے تھے اور نہ صرف یہ کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ ایک مرتبہ ایسا کیا بلکہ جب بھی گذشتہ رقم ختم ہونے کو ہوتی تھی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ از خود ہی مزید عنایت فرما دیا کرتے اور امام اعظم رحمہ اللہ کی زندگی تک یہ سلسلہ برابر چلتا رہا اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ بھی بہت ہی قدر دانی کے ساتھ غنیمت سمجھتے ہوئے درس میں حاضر ہوتے رہے

درس کی پابندی

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے سبق میں شمولیت کی پابندی کا اتنا اہتمام کیا کہ عام حالات میں غیر حاضری تو درکنار اپنے سگے بیٹے کی وفات پر بھی کفن دفن کی ذمہ داری رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے سپرد کر کے خود سبق میں شریک رہے۔

آپ صبح سویرے روٹی کو دودھ یا دہی میں بگھو کر کھا کر درس میں جلدی آنے کی فکر کرتے جبکہ دوسرے طلبہ خوشذائقہ ناشتوں کے انتظار میں دیر سے آتے اور درس کے ایک حصہ سے محروم ہو جاتے اسی محنت اور جستجو کا نتیجہ تھا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اپنے دوسرے ساتھیوں پر سبقت وفوقیت لے گئے ۔اس درس کی حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو کتنی قدر تھی اس کا اندازہ آپ کے اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ جب حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کا وصال ہو گیا تو آپ حسرت وتمنا کرتے ہوئے فرمایا کرتے کہ کاش کوئی مجھ سے میری آدھی دولت لے لے اور مجھے امام اعظم رحمہ اللہ کا ایک درس ہی اس کے عوض دیدے ۔

اس بزم میں مدت سے نہیں گر چہ رسائی نظروں میں میری، آج بھی عالم ہے وہیں کا

آپ کو علم حدیث سے بھی خاص لگاؤ تھا لیکن آپ نے اپنے اس شوق کو پورا کرنے کے لئے اس دور کے بڑے محدث قاضی ابن ابی لیلیٰ کے درس کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شامل ہونے کو ترجیح دی۔ کیونکہ آپ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے درس میں حدیث کے خزانوں اور جواہرات کا وہ ذخیرہ نظر آ رہا تھا جو قاضی ابن ابی لیلیٰ کے درس میں کہاں ہوسکتا تھا۔

قوتِ حافظہ اور حاضر دماغی

آپ کو اللہ تعالیٰ نے قوت حافظہ اور حاضر دماغی کی دولت سے خوب نوازا تھا۔ مشہور مؤرخ ومحدث محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قاضی ابو یوسف بہت بڑے عالم ، بہت بڑے حافظ حدیث تھے ،حفظ حدیث میں تو ان کی شہرت کا ڈنکا بجتا تھا، حاضر دماغ اور قوی الحافظہ محدثین میں آپ کا شمار ہوتا تھا چنانچہ ساٹھ ستر حدیثیں سنتے ہی یاد کر لیا کرتے اور پھر کھڑے ہو کر لوگوں کو اس کا املاء بھی کرا دیتے۔

اور یہی چیزیں تھیں جنہوں نے ایک غریب گھرانے کے خستہ حال اور جہالت کے گرداب میں ڈوبے ہوئے گمنام دھوبی گھاٹ کی طرف تشکیل ہونے والے ننھے یعقوب نامی لڑکے کو ایک عظیم قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز کر کے امام وقت اور علمِ حدیث ،فقہ وقضاء کا بحر بیکراں بنا دیا۔

اے خدائے خالق ارض وسما اے خدائے مالکِ روزِ جزا
ہے تُو ہی دنیا میں میرا کارساز اور تُو ہی ہے آخرت کا کارساز
موت دے یارب مجھے اسلام پر اور مجھ کو صالحوں کے ساتھ کر

تذکرۂ اولیاء طارق محمود

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

شیخ ابوحازم رحمہ اللہ

شیخ ابوحازم رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پانے والے ایک جلیل القدر تابعی تھے۔آپ کے والد کا نام دینار تھا اور آپ کے نام کے ساتھ مخزومی کی نسبت بھی لگتی ہے، آپ کے نام کے ساتھ مخزومی کی نسبت لگائے جانے کی وجہ یہ بنی کہ کسی معرکہ میں یہ قید ہوکر مخزومی نام کے قبیلہ کے ایک شخص کے غلام بن گئے تھے،اسی وجہ سے ان کو مخزومی کہا جاتا ہے۔

شیخ ابوحازم رحمہ اللہ کی اکثر باتیں حکمت اور دانائی سے بھری ہوتیں تھیں۔شیخ عبدالرحمٰن بن زید فرماتے ہیں۔''میں نے شیخ ابوحازم سے زیادہ حکمت اور دانائی کسی میں نہیں دیکھی''

ایک دفعہ خلیفۂ وقت سلیمان بن عبدالملک شاہی خاندان، وزیروں اور امیروں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ ملکِ شام سے حج کے لئے روانہ ہوا۔وہاں پہنچ کر پہلے مدینہ منورہ میں قیام کیا۔حضور ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضری سے فارغ ہوکر شہر کے لوگوں نے جوق درجوق آکر خلیفہ سے ملاقات شروع کی۔

ملاقات وغیرہ سے فارغ ہوکر خلیفہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ یہاں چند دن کسی بزرگ کی صحبت میں رہا جائے، تاکہ ان سے استفادہ ہو۔کیونکہ جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے،اسی طرح ہمارے دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے۔جس کی صفائی کے لئے کسی نیک بزرگ کی صحبت ضروری ہے۔اس نے لوگوں سے معلومات کیں کہ کیا مدینہ منورہ میں کوئی ایسے بزرگ ہیں جن کی نیک صحبت میں ہم کچھ وقت گذار سکیں۔لوگوں نے کہا! مدینہ منورہ میں ایک بہت بڑے عالم اور بزرگ ہیں جنہوں نے صحابۂ کرام کی صحبت پائی ہے اور وہ اس وقت مدینہ منورہ کے امام شمار ہوتے ہیں، دوردور سے علماء اور محدثین ان کی خدمت میں آیا کرتے ہیں اور لوگوں کے بہت زیادہ ہجوم کی وجہ سے وہ مسجد نبوی ہی میں رہتے ہیں۔کہیں باہر ملاقات وغیرہ کے لئے نہیں جاتے۔

خلیفہ کا خادم نہایت ادب واحترام کے ساتھ خلیفہ کا پیغام لے کر پہنچا، تاکہ ان کو خلیفہ کے پاس جانے کی

دعوت دے۔خلیفہ کی والہانہ دعوت ملنے پر شیخ ابوحازم روانہ ہوئے۔خلیفہ کے ہاں پہنچے تو خلیفہ نے نہایت عزت واحترام کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا، اوران کو اپنے قریب بٹھایا۔ پھر ان سے نازاور محبت کے ساتھ شکایت کی کہ ہم اتنی دوردراز سے سفر کرکے آئے اور یہاں پہنچ کر شہر کے سب لوگ ملاقات کے لئے حاضر ہوئے مگر آپ نے بے رخی فرمائی...... **شیخ ابوحازم**: کیسی بے رخی؟ بے رخی تو اس وقت سمجھی جائے گی، جبکہ آپ کی آمد کا مجھے علم ہوتا اور میں ملاقات کے لئے نہ آتا۔آپ کی تشریف آوری کا مجھے آج اس طرح علم ہوا جبکہ آپ نے مجھے یاد فرمایا......خلیفہ نے اس بات کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اپنی طرف سے شکایت میں جلد بازی پر معافی بھی طلب کی، شیخ ابوحازم نے خلیفہ کو معاف فرمادیا۔

خلیفہ: اگرآپ کی اجازت ہوتو میں آپ سے چند باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں ......

شیخ ابوحازم: ضرور معلوم کیجئے......**خلیفہ**:اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم موت کو پسند نہیں کرتے......

شیخ ابوحازم: اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دنیا کو (عارضی مال ودولت وغیرہ سے) آباد کردیا ہے،اورآخرت کو(گناہوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے) ویران کردیا ہے اس لئے ہم آبادی سے ویرانی کی طرف جانا پسند نہیں کرتے ......**خلیفہ**: واقعی آپ نے صحیح فرمایا،ہمیں کس طرح معلوم ہوگا کہ آخرت میں ہمارا ذخیرہ کتنا ہے......**شیخ ابوحازم**: اپنی زندگی کو قرآن مجید کی روشنی میں پرکھ لو خود ہی معلوم ہوجائے گا (کہ قرآن مجید پر کتنا عمل ہے اور کتنا نہیں)......

خلیفہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں کس طرح حاضری ہوگی ......**شیخ ابوحازم**: نیک لوگ تو اس طرح حاضر ہوں گے جس طرح سے کوئی انسان لمبے سفر کے بعد خوشی خوشی گھر آتا ہے،اور گنہگار اس طرح حاضر ہونگے جس طرح بھاگا ہوا غلام مجرموں کی طرح اپنے آقا کے پاس لایا جاتا ہے خلیفہ یہ سن کر رو پڑا اور اس کی ہچکیاں بندھ گئیں اور آواز بلند ہوگئی۔

خلیفہ: ہماری اصلاح کی کیا صورت ہوگی؟......**شیخ ابوحازم**: اچھے اخلاق اور تواضع کو اختیار کرو اور اپنی شان وشوکت چھوڑ دو......**خلیفہ**: ہمارے ہاں جو مال ودولت ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کس طرح حاصل ہوگی؟......**شیخ ابوحازم**: اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تب حاصل ہوگی جبکہ تم اس کو جائز اور حق طریقے سے حاصل کروگے اور اس کو جائز اور صحیح جگہ خرچ کرو گے اور اس کی تقسیم میں انصاف سے کام لوگے (جن کے حقوق تمہارے ذمے ہیں ان میں صحیح

طرح سے تقسیم کروگے)......**خلیفہ:** سب سے بہتر انسان کون ہے؟......**شیخ ابوحازم:** جو لوگوں کے حقوق پورے کرنے والا ہواور متقی و پرہیز گار ہو......**خلیفہ:** سب سے بہتر بات کون سی ہے......**شیخ ابوحازم:** کسی سے خوف اور اندیشہ کے باوجود اس کو حق بات کہنا......**خلیفہ:** کون سی دعا جلد قبول ہوتی ہے......**شیخ ابوحازم:** نیک لوگوں کی وہ دعا جو نیک لوگوں کے لئے مانگی جائے......**خلیفہ:** سب سے بہتر صدقہ کون سا ہے......**شیخ ابوحازم:** غریب آدمی کا صدقہ جو کسی مصیبت زدہ ضرورت مند کو ملے......**خلیفہ:** عقل مند انسان کون ہے......**شیخ ابوحازم:** جس شخص کو عبادت پر قدرت حاصل ہوئی اور عبادت کو سرانجام دیا، اور دوسروں کی راہنمائی کی......**خلیفہ:** بے وقوف شخص کون ہے......**شیخ ابوحازم:** جو اپنے گنہگار دوست کی ناجائز خواہش پوری کرے گویا اس نے اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے لئے فروخت کردی......**خلیفہ:** کیا آپ اس بات کو پسند کریں گے کہ آپ مستقل ہمارے ساتھ رہیں اور ہم آپ سے استفادہ کریں......**شیخ ابوحازم:** مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں آپ کے قریب رہنے سے آپ کی دولت اور مملکت کی طرف مائل نہ ہو جاؤں......**خلیفہ:** مجھے اپنی ضروریات بتائیں تاکہ بندوبست کیا جائے۔

شیخ ابوحازم: یہ سن کر خاموش رہے خلیفہ نے پھر اپنی بات دہرائی۔

شیخ ابوحازم: سنو! میری پہلی اور آخری ضرورت اور خواہش یہ ہے کہ آپ مجھے جہنم کی آگ سے بچالیں اور جنت میں داخلہ دلوادیں......**خلیفہ:** یہ کام تو میرے بس کا نہیں......**شیخ ابوحازم:** پھر میری کوئی ضرورت آپ سے وابستہ نہیں......**خلیفہ:** میرے لئے دعائے خیر فرمادیں......**شیخ ابوحازم:** اے اللہ! اگر آپ کا بندہ سلیمان بن عبدالملک آپ کے مقبول بندوں میں شامل ہے تو اس کو دنیا وآخرت کی بھرپور سعادت عطا فرمادیجئے اور اگر اس کا شمار آپ کے مردود بندوں میں سے ہے تو اس کی اصلاح فرمادیجئے اور اُسے اپنی مرضی کے کام لینے کی توفیق دے دیجئے۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے شیخ کے اس بے تکلفانہ طرزِ عمل پر خلیفہ کی شان میں گستاخی کی شکایت کی۔ شیخ ابوحازم نے فرمایا! آپ نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں علماءِ امت

سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ ہر جگہ حق بات ظاہر کریں گے ''لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَاتَكْتُمُوْنَهٗ (سورہ آل عمران آیت ۱۸۷)'' پھر شیخ ابوحازم خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''گذشتہ امتوں کے لوگ اس وقت تک خیر وعافیت میں رہے جب تک ان کے امیر لوگ علماء کرام سے دین کا علم حاصل کرنے کے لئے ذوق وشوق سے آیا کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد کم ظرف لوگوں نے دین کا علم حاصل کرنا شروع کیا اور امیروں سے دنیا طلب کرنے کے لئے ان کے ہاں جانے لگے۔ تو امیر لوگ علماء سے بے نیاز ہوگئے۔ جس کے نتیجے میں وہ لوگ خود بھی ذلیل وخوار ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم سے بھی محروم ہوگئے، اگر یہ علماء اہل دنیا کی مال ودولت سے بے نیاز و مستغنی رہتے (اور قناعت اختیار کرتے) تو امراء بھی ان کے علم وعمل کے محتاج ہوتے اور ان کی خدمت میں حاضری کو سعادت سمجھتے، جن علماء نے اللہ کی خوشنودی چھوڑ کر امراء کی خوشنودی چاہی وہ خود بھی گمراہ ہوگئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرلیا۔ اس طرح دنیا سے اہل علم کی قدر جاتی رہی اور لوگ آخرت سے غافل ہوگئے''

خلیفہ: بے شک آپ نے سچی بات کہی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ **خلیفہ:** اللہ کی قسم! ایسی علم وحکمت کی باتیں میں نے کسی سے نہیں سنی، لہٰذا ہمیں مزید نصیحت کیجئے...... **شیخ ابوحازم:** اگر آپ میں حق بات کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے تو یہ مختصر باتیں آپ کی ہدایت اور نصیحت کے لئے کافی ہیں اور اگر آپ میں حق بات کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں تو پھر میں اپنا تیر بغیر نشانہ کے کیوں چلاؤں ...... **خلیفہ:** اللہ کی قسم! میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ آپ کی ہر نصیحت کو قبول کروں گا۔

شیخ ابوحازم: میری آخری نصیحت سن لیجئے۔

''اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا ہر جگہ استحضار رکھو اور اس بات سے بچو کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایسے عمل میں مبتلاء دیکھے جس کو وہ پسند نہیں کرتا، اور اس بات سے بھی بچو کہ وہ تم کو بدعملی میں مبتلا دیکھے''

اس نصیحت کے بعد شیخ ابوحازم نے سلام کیا اور رخصت ہوگئے۔ شیخ ابوحازم ابھی گھر بھی نہ پہنچے تھے کہ خلیفہ کا خادم ان سے پہلے ہی ان کے دروازے پر پہنچ گیا اور ان کو اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی پیش کی اور کہا یہ امیر المومنین کی طرف سے ہے اور قبول کرنے کی درخواست کی اور آئندہ کے لئے بھی ایسے ہدیے قبول کرنے کی توقع ظاہر کی۔ شیخ ابوحازم نے امیر المومنین کا یہ قیمتی ہدیہ واپس کردیا اور ایک رقعہ میں یہ تحریر لکھ کر ساتھ ارسال کی:

’’امیر المومنین میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔اس بات سے کہ (ہدیہ نصیحت کا عوض اور بدلہ کی شکل ہو جانے کی وجہ سے) آپ کے سوالات فضول ہوں۔امیر المومنین جب میں آپ کے لئے یہ مال پسند نہیں کرتا تو اپنے لئے کیوں پسند کروں اگر آپ کے یہ بھیجے ہوئے دینار مسلمانوں کے بیت المال سے میرا حق تھا۔تو کیا دوسرے مسلمانوں کو بھی اتنا ہی حصہ دیا جاتا ہے۔مسلمانوں کے بیت المال میں سب کا حصہ برابر ہونا چاہئے والسلام علیکم‘‘

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے متأثر ہو کر ہدیہ واپس لے لیا۔آخر میں شیخ ابوحازم کے چند نصیحت آموز ملفوظ ذکر کئے جاتے ہیں۔جو آج بھی اس طرح تروتازہ ہیں۔جس طرح صدیوں پہلے تھے۔

★ دنیا کی تھوڑی سی مشغولیت آخرت کے بہت زیادہ حصہ سے محروم کر دیتی ہے ★ جو نعمت تم کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے قریب نہ لے جائے وہ عذاب اور معصیت ہے ★ اس عالم کی پیروی کرو جو تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو،جس نے اپنی جوانی صاف رکھی ہو اور گناہوں سے پرہیز کرتا ہو ★ ہمارے ہر عضو کا ہم پر حق ہے جس کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔آنکھوں کا شکر یہ ہے جب تم اس سے خیر و بھلائی دیکھو تو اس کو ظاہر کر دو اور اگر اس سے کوئی برائی دیکھو تو اس کو چھپا دو۔کانوں کا شکر یہ ہے اگر ان سے خیر کی باتیں سنو تو ان کو محفوظ کر لو اور اگر کوئی برائی سنو تو اس کو دفن کر دو۔ہاتھوں کا شکر یہ ہے جو چیز تمہاری نہیں اس کو ہاتھ نہ لگاؤ اور کسی کی حق تلفی نہ کرو اور یہ بات یاد رکھو کہ جو شخص صرف زبان سے شکر ادا کرتا ہے اور باقی اعضاء سے شکر نہیں ادا کرتا۔اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کے پاس قیمتی لباس ہے،لیکن اس کو صرف ایک کونے سے تھامے ہوئے ہے اور اس کو استعمال نہیں کرتا،ظاہر ہے کہ اس کا یہ عمل اس کو نہ گرمی سے بچائے گا اور نہ سردی سے۔

سن ۱۴۰ھ میں جب شیخ ابوحازم کے انتقال کا وقت آیا تو حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا:ابوحازم آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا!اگر ہم دنیا میں کئے ہوئے شر سے نجات پا جائیں تو ہمیں آخرت میں کوئی نقصان نہیں۔پھر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:اِنَّ الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ۔
ترجمہ:’’بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے (لوگوں کے دل میں) محبت پیدا کر دے گا‘‘

اس آیت کو بار بار دہراتے رہے اور اسی حالت میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

پیارے بچو! ابوریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

آج کل کے دوست، کھاتے ہیں گوشت

پیارے بچو! محمد شریفؔ کا چھوٹا بیٹا جس کا نام خالدؔ تھا، اس کی جنیدؔ نام کے دوسرے لڑکے کے ساتھ گہری دوستی تھی...خالد اکثر جنید کے گھر جایا کرتا...وہ رات کو دیر تک اس کے پاس رہ کر کھیل کود میں مشغول رہتا اور غپ شپ لڑاتا رہتا تھا...خالد کے والد محمد شریف نے اپنے بیٹے خالد کو بہت سمجھایا...بیٹا دیر تک باہر رہنا اور کسی سے دوستی کرنا اچھی چیز نہیں آج کل کی دوستی فائدہ نہیں دیتی بلکہ نقصان پہنچاتی ہے،

آج کل کے دوست کھاتے ہیں گوشت سر سہلاتے ہیں بھیجا کھاتے ہیں

دوست وہ ہے جو مصیبت میں کام آئے...بُری گھڑی میں ساتھ دے اور غلط کاموں سے روکے...آج کل کے دوستوں میں یہ چیزیں نہیں ہوتیں بلکہ آج کل صرف مطلبی دوست ہوا کرتے ہیں...لہٰذا تم اپنے گھر میں رہ کر گھر کا کام کاج اور بڑوں کی خدمت کیا کرو۔اور پڑھنے لکھنے میں مشغول رہا کرو۔

مگر خالد کہاں ماننے والا تھا اسے تو اپنے والدین اور گھر والوں بلکہ سب لوگوں سے زیادہ اچھا اپنا دوست جنید ہی لگتا تھا...محمد شریف کے خالد کو سمجھانے اور نصیحت کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا، اور خالد برابر جنید کی دوستی میں آگے ہی بڑھتا چلا گیا...خالد ضد کرکے اپنے والدین سے پیسے مانگتا اور کبھی گھر سے چوری کر کے پیسے لے لیتا اور جنید کے ساتھ بیٹھ کر سارے پیسے فضول اڑا دیتا...اس طرح اب تک وہ ہزاروں روپے فضول برباد کر چکا تھا۔

ایک دن محمد شریف نے خالد کے رات کو دیر سے آنے کے بعد کہا...بیٹا ہمیں آج اپنے دوست سے تو ملاؤ ہم بھی دیکھتے ہیں وہ تمہارا کیسا دوست ہے، جس پر تم ہر وقت مر مٹنے کو تیار رہتے ہو... پہلے تو خالد نے بات اِدھر اُدھر کر کے ٹالنا چاہا اور بہانہ کیا کہ اِس وقت میرا دوست سو گیا ہوگا...اس وقت اس کو ہمارے جانے سے تکلیف ہوگی، اس کے آرام اور نیند میں خلل آئے گا...لیکن جب والد نے کہا کہ ایسا بھی کیا دوست جس کو دوست سے تکلیف ہو، اگر آپ کا دوست واقعی سچا اور اچھا دوست ہے تو ہرگز بھی ہمارے اس وقت

جانے کومحسوس نہیں کرے گا ، بلکہ خوش ہوگا کہ چلو خیر سے آج اپنے دوست خالد کے اباجان سے بھی ملاقات ہوگئی ...بہرحال والد کے کہنے سننے سے خالد اپنے والد کو دوست کے گھر لے جانے پر رضا مند ہوگیا...جب خالد اوراس کے اباجان دونوں جنید کے گھر پہنچے اور دروازے پر جا کر دستک دی تو پہلے تو کافی دیر تک جواب ہی نہیں ملا...کافی دیر تک دستک دینے کے بعد اندر سے جنید کی آواز سنائی دی...اس وقت کون مردود تنگ کرنے آ گیا ہے...خالد نے خوشی خوشی سے جواب دیا...جنید...جنید...میں ہوں آپ کا دوست خالد......اور آج میرے ساتھ آپ سے ملنے کے لئے میرے والد بھی آئے ہیں...جلدی دروازہ کھولو...مگر جنید نے دروازہ کھولنے کے بجائے اندر ہی سے غصہ میں بڑ بڑانا شروع کر دیا...کون جنید پنید ...میں نہیں جانتا...اس وقت تمہارے آنے کا کونسا وقت ہے؟ جب چاہتے ہو منہ اٹھا کر چلے آتے ہو...نہ رات دیکھتے اور نہ دن...چلو! یہاں سے دفع ہوجاؤ... دِن وِن میں پھر کسی وقت آنا، میں اس وقت تم سے ملاقات نہیں کرسکتا...میری نیند خراب ہوجائے گی...بہرحال مجبوراً خالد کو منہ لٹکا کر اپنے والد کے ساتھ واپس لوٹنا پڑا...مگر خالد کو آج پہلی مرتبہ اندر ہی اندر اپنے دوست جنید پر شدید غصہ آ رہا تھا...لیکن اب ہو بھی کیا سکتا تھا...مجبوراً اپنا منہ لے کر خاموش رہنا پڑا...مگر آج خالد کو اپنے والد کی بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ آج کے دوست واقعی مطلبی ہوتے ہیں اور وقت آنے پر ذرا بھی اپنی راحت اور تکلیف کو قربان کرنے کا جذبہ نہیں رکھتے...ابا جی بالکل درست فرماتے ہیں...اب خالد نے جنید سے دوستی برقرار رکھنے کا ارادہ ختم کر دیا تھا اور دل میں اس کا پختہ عہد کرلیا تھا کہ آئندہ وہ جنید کے ساتھ ہرگز بھی دوستی قائم نہیں رکھے گا، ساتھ ہی خالد کو آج اس بات کا بھی سخت افسوس تھا کہ اتنا پیسہ اور وقت جو جنید کے ساتھ دوستی کے دوران برباد ہوگیا اس کا کوئی بھی فائدہ ظاہر نہ ہوا۔اور آج دوستی کے نتیجہ میں یہ دن دیکھنا پڑا۔اس سے بہتر تھا کہ وہ اپنے والد کی خدمت اور گھر کے کام کاج کرتا، اور پڑھائی میں مشغول رہ کر کہیں کے کہیں پہنچ چکا ہوتا اب خالد کو اپنے والد کی دوسری باتوں پر بھی کچھ یقین ہوگیا تھا کہ جس طرح یہ بات ان کی صحیح ثابت ہوئی اس طرح دوسری باتیں بھی جو وہ فرماتے ہیں یقیناً ٹھیک ہی ہوں گی۔اور یہ کہ آئندہ ہرگز بھی وہ کسی کے ساتھ دوستی نہیں کرے گا۔

ابھی وہ دل ہی دل میں یہ سب باتیں سوچ رہا تھا کہ والد صاحب نے فرمایا بیٹا آج ہم تمہیں اپنے دوست سے بھی ملواتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ اصل اور سچے دوست کیسے ہوتے ہیں۔جنید کے مایوس کن رویہ کی

وجہ سے خالد کو سچے دوست کو دیکھنے کا کافی جذبہ اور شوق پیدا ہوگیا تھا...کافی دور چلنے کے بعد محمد شریف اور خالد ایک بستی میں داخل ہوئے اور محمد شریف نے ایک کچے سے مکان پر جا کر دستک دی، رات کافی ہوچکی تھی اور اندھیرا ابھی تھا، دستک کے فوراً بعد اندر سے کسی بڑے میاں کی آواز سنائی دی۔ ارے بھائی کون ہے...محمد شریف نے جواب میں کہا ''میں ہوں آپ کا دوست محمد شریف'' جواب کے فوراً بعد اندر سے کچھ چیزوں اور برتنوں کے کھٹکنے کی آواز سنائی دی اور کچھ لمحے کے بعد ہی خالد اور اس کے والد نے یہ منظر دیکھا کہ ایک بڑے میاں دروازہ کھول کر سامنے تھے، ان کے ایک ہاتھ میں روشنی کے لئے لالٹین تھی اور اسی ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی اور دوسرے ہاتھ میں برتن میں کھانے پینے کی کچھ چیزیں اور رقم تھی۔ خالد نے فوراً پوچھا۔ باباجی یہ اتنی ساری چیزیں کس لئے ساتھ لے آئے ہو؟ بڑے میاں نے جواب دیا کہ محمد شریف میرا بہت پرانا دوست ہے، اتنی رات گئے آنے سے مجھے فوراً کھٹکا لگا اور مختلف قسم کے خیال آنے شروع ہوگئے کہ شاید میرا دوست بھوکا ہو تو اس کے لئے کھانے کی چیزیں ساتھ لے لوں، اور ہوسکتا ہے کہ کہیں ساتھ چلنے کے لئے کہے تو لالٹین ساتھ لے لوں تا کہ اندھیرے میں کام آئے اور ضرورت پوری کرنے میں مدد فراہم کرے اور لاٹھی اس لئے ساتھ لی کہ ہوسکتا ہے کہ دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی ضرورت پیش آئے اور اس کے ذریعہ سے محمد شریف کی مدد کرسکوں اور رقم اس لئے ساتھ لی کہ ہوسکتا ہے پیسوں کی ضرورت ہو...اور میں یہ کام محمد شریف سے پوچھ کر بھی کرسکتا تھا لیکن میں نے سوچا کہ معلوم کرنے میں دیر لگے گی اور محمد شریف کو تکلیف ہوگی اس لئے ساری چیزیں ساتھ رکھ لیتا ہوں پھر جو چیز بھی محمد شریف کی ضرورت کی ہوگی وہ پیش کردوں گا ......ابھی بڑے میاں صاحب کی بات پوری بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ خالد کی آنکھوں میں آنسو آچکے تھے، محمد خالد کے والد نے بات مکمل ہونے کے بعد کہا کہ ہمیں کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں میں تو اپنے بیٹے خالد کو اپنے سچے دوست کی زیارت کرانے کے لئے آیا تھا، بڑے میاں نے گھر کا دروازہ کھول کر پیار ومحبت اور عزت سے دونوں کو اندر بٹھایا اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر خاطر کی، بڑے میاں کے چہرے پر شریف کی آمد سے خوشی کے آثار جھلک رہے تھے۔ بڑے میاں نے خوشی کے لہجہ میں کہا مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ میں آپ لوگوں کی کس طرح خاطر کروں، شاید آج میری کوئی نیکی میرے دوست کو میرے گھر لے آئی ہے...خوب خاطر ومدارت اور آؤ بھگت کے بعد محمد شریف نے اپنی مجبوری ظاہر کرکے اجازت چاہی...بڑے میاں دور تک اپنے دوست کو چھوڑنے کے

لئے ساتھ آئے اور بار بار قیام کرنے اور ٹھہرنے کا اصرار کرتے رہے۔ بالآخر محمد شریف نے بڑے میاں سے اجازت چاہی اور گھر کو روانہ ہوئے، خالد کو آج کھرے، کھوٹے میں فرق نظر آ گیا تھا، اچھے برے کی تمیز پیدا ہوگئی تھی اور مستقبل کے لئے آنکھیں کھل گئی تھیں اب خالد کی زندگی کا رخ بدل چکا تھا، اس نے ہر قسم کی دوستی چھوڑ کر والدین کی خدمت شروع کر دی اور گھر کے کام کاج میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور محنت کے ساتھ لکھنا پڑھنا شروع کر دیا۔ والدین کی فرمانبرداری، دعاؤں اور محنت کی بدولت خالد بڑا ہو کر بہت بڑا آدمی بن گیا۔ پیارے بچو! آپ بھی آج سے دوستی چھوڑ کر بڑوں کا کہنا ماننا، اور پڑھنے لکھنے میں محنت شروع کر دو، پھر اللہ کی مدد و نصرت اور بڑوں کی دعاؤں سے تم بھی ایک معزز انسان بن جاؤ گے

پڑھو گے لکھو گے بنو گے نواب۔ کھیلو گے کودو گے ہو جاؤ گے خراب

بیتُ الخلا میں بیٹھ کر دیوار پر لکھنا

بعض نوجوانوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مسجد، مدرسہ، ہوٹل، اسٹیشن یا اسی طرح کے دوسرے بیت الخلاء میں بیٹھ کر لکھنے کا شوق پورا کرتے ہیں، ایسے مقامات پر بعض اوقات ایسے جملے لکھے ہوتے ہیں کہ جن کا حیا اور شرم کے کسی درجہ سے تعلق نہیں ہوتا، بے شرمی کی انتہا کر دی جاتی ہے، پھر بعد میں داخل ہونے والا پہلے لکھنے والے کے جملوں پر حاشیہ چڑھاتا ہے اور مکالموں کا ایک سلسلہ قائم کر دیا جاتا ہے۔ اول تو بیت الخلاء میں بیٹھ کر لکھنا ہی بہت بڑے چھچھورپن کی نشانی ہے اوپر سے اس طرح کے جملے لکھنا جن کا مقصود اور مضمون بھی انتہائی بے غیرتی پر مبنی ہو مسلمان کی کسی طرح بھی شایانِ شان نہیں۔ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت شریعت نے جس دعا کی تعلیم دی ہے اس میں خبیث شیاطین نر اور مادہ سے پناہ مانگی جاتی ہے۔ کیونکہ بیت الخلاء میں اس طرح کے خبیث نر و مادہ شیاطین ہوتے ہیں جو انسان کو بے شرمی کی باتوں پر اُکساتے اور اُبھارتے ہیں اور دل و دماغ کو خباثت کی باتوں سے آلودہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے افراد کو اللہ کا خوف کرنا چاہئے کہ اگر خدانخواستہ اس حالت میں اللہ کا غضب نازل ہو گیا تو کیا بنے گا؟

کر مجھے یارب عفیف و باحیا ۔ بے حیائی اور بُرائی سے بچا
قید میں رکھ میرے اعضا کو تمام ۔ ہو نہ مُجھ سے کوئی بے شرمی کا کام

بزمِ خواتین منظور احمد۔اسلام آباد

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

چار مثالی خواتین (قسط۲)

(۳)......آسیہ بنتِ مزاحم

یہ اللہ تعالیٰ کے بڑے دشمن اور ربوبیت کے مدعی فرعون کی بیوی تھیں اللہ تعالیٰ کے اس انتہائی سرکش دشمن کے گھر میں رہنے والی یہ خاتون اللہ تعالیٰ کی توحید کی قائل اور اس کے احکام کی مکمل اتباع کرنے والی تھیں انہوں نے ہی فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے منع کیا تھا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو صندوق سے نکال کر فرعون کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا تھا کہ یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل مت کرو ہوسکتا ہے کہ یہ ہمیں کچھ فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں، سورۃ القصص میں اس کی مکمل تفصیل دیکھی جاسکتی ہے، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش بھی کی۔

ان کے ایمان کا سبب کیا چیز بنی اس میں مختلف روایات ہیں۔بعض روایات میں آتا ہے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر ایمان لائیں چنانچہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے ملک بھر سے جادوگر جمع کئے مگر انہوں نے معجزات دیکھ کر اپنی شکست تسلیم کرلی اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور فرعون کی بیوی نے بھی یہ منظر دیکھا تو وہ بھی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ مختلف موقعوں پر فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دریافت کرتی رہتی تھیں کہ کون غالب رہا تو ہر وقت یہی سنتیں کہ موسیٰ علیہ السلام غالب رہے یہی بات ان کے ایمان کا سبب بنی اور یہ پکار اٹھیں کہ میں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائی۔ ابوالعالیہ نے ان کے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ فرعون کے داروغہ کی عورت ایک دن فرعون کی بیٹی کا سر گوندھ رہی تھیں کہ اچانک کنگھی ان کے ہاتھ سے گرگئی اور منہ سے نکل گیا کہ کفار برباد ہوں'' اس پر فرعون کی بیٹی نے کہا کیا تو میرے باپ کے علاوہ کسی اور کو رب مانتی ہے اس نے کہا میرا، تیرے باپ کا اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔اس نے غصہ میں آکر انہیں خوب مارا پیٹا اور فرعون کو اس کی خبر دی فرعون نے انہیں بلا کر خود پوچھا

کہ کیا تم میرے سوا کسی اور کی عبادت کرتی ہو! جواب دیا کہ ہاں اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے رب ہیں میں ان کی عبادت کرتی ہوں، فرعون نے انہیں چت لٹا کر ان کے ہاتھوں پیروں پر میخیں گڑوا دیں اور سانپ چھوڑ دیئے جو انہیں کاٹتے رہیں پھر ایک دن آیا اور کہا کیا اب تیرے خیالات درست ہوتے ہیں! جواب ملا کہ میرا، تیرا اور تمام مخلوقات کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے، فرعون نے اس کے لڑکے کو منگوا کر اس کے سامنے مار ڈالا جب اس بچے کی روح نکلی تو اس کے منہ سے آواز آئی اے ماں خوش ہو جا تیرے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے ثواب تیار کر رکھے ہیں اور فلاں فلاں نعمتیں تجھے ملیں گی۔ انہوں نے اس روح فرسا سانحہ کو بچشم خود دیکھا لیکن صبر کیا اور راضی بقضاء رہیں۔ فرعون نے اسی طرح باندھ کر ڈلوا دیا اور سانپ چھوڑ دیئے۔ پھر ایک دن آیا اور اپنی سابقہ بات کو دھرایا، خاتون نے نہایت ہی استقامت سے وہی جواب دیا فرعون نے اس کے دوسرے بچے کو بھی اس کے سامنے قتل کر ڈالا مرنے کے بعد اس بچے نے بھی ماں کو خوشخبری دی اور صبر کی تلقین کی۔ حضرت آسیہ یہ تمام ماجرا دیکھ رہی تھیں اس سے متاثر ہو کر وہ بھی ایمان لے آئیں، ادھر ان خاتون کی روح قبض کر لی گئی اور آخرت میں ان کی منزل حجاب ہٹا کر حضرت آسیہ کو دکھا دی گئی جس سے ان کا ایمان اور یقین مزید پختہ ہو گیا۔ فرعون کو جب حضرت آسیہ کے ایمان کا پتہ چلا تو وہ طرح طرح سے ستانے لگا، سخت گرمیوں میں انہیں دھوپ میں کھڑا کر دیتا، بعض روایات میں ہے کہ ان کو چومیخہ کر کے سینے پر بھاری پتھر رکھ کر سخت دھوپ میں ڈال دیتا مگر اس حالت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایہ کرتے جس سے وہ گرمی کی تکلیف سے محفوظ رہتیں اور ان کو ان کا جنتی مکان دکھا دیتے جس سے ان کی تکلیف کافور ہو جاتی اور ایمان میں زیادتی اور روح کو تازگی نصیب ہوتی۔ بعض روایات میں ہے کہ اس حالت میں ایک مرتبہ وہ اپنا جنتی مکان دیکھ کر مسکرا رہی تھیں اچانک فرعون آیا اس نے ان کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر تعجب کیا اور لوگوں سے کہا کیا تمہیں تعجب نہیں کہ اتنی سخت سزا میں مبتلا ہے پھر بھی ہنس رہی ہے یقیناً اس کا دماغ خراب ہے، بعض روایات میں ہے کہ ان کو لٹا کر ان کے ہاتھوں، پاؤں پر میخیں گاڑی گئیں فرعون نے حکم دیا کہ ان کے سر پر اوپر سے بھاری پتھر گرایا جائے تاکہ سر کچلا جائے اور مر جائیں اسی حالت میں انہوں نے یہ دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے لئے جنت میں اپنے قریب میں مکان بنائیے اور مجھے فرعون کے شر اور اس کے عمل کے اثر سے اور تمام ظالموں کے ظلم سے محفوظ فرمائیے، ان کے دعا کرتے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی اور جنت میں ان کو ان کا گھر

دکھا دیا اور وہ پتھر ان کے بے جان جسم پر گرا۔ غور کیجئے ان خوش نصیب خاتون پر جو صرف کفر کے ماحول میں نہیں بلکہ کافروں کے (معاذ اللہ) رب اعلی کے گھر کی ایک عام فرد نہیں بلکہ رشتہ زوجیت جیسے مضبوط تعلق کی حامل تھیں مگر اس کے باوجود ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئیں اور اس پر ان مصائب وشدائد کے باوجود قائم ودائم رہیں تو اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں ان کو کامیابی کی منزل دکھا دی۔

(۱) اس سے ہمیں ایک تو یہ سبق ملا کہ اگر انسان اپنے عقائد واعمال میں پختہ ہو تو کفار سے میل جول واختلاط اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا بلکہ کفر وفجور کے ماحول میں بھی انسان اپنے ایمان واعمال صالحہ پر پختہ رہ سکتا ہے (۲) مصائب پر صبر کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دعوت دیتا ہے (۳) صدق واخلاص سے اگر اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر مانگا جائے تو تکلیف ومصیبت سے نجات مل سکتی ہے۔

(۴) مریم بنتِ عمران بتول

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی عظیم ہستی کی والدہ ہیں اور دنیا کی بلند پایہ خواتین میں سے ایک ہیں ان کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں جگہ جگہ ملتا ہے بلکہ ان کے نام پر قرآن مجید میں ایک مستقل سورت بھی موجود ہے۔ یہ حضرت عمران کی بیٹی ہیں جن کے نام پر قرآن مجید میں سورۃ آل عمران ہے ان کی والدہ حضرت حسنہ کی اولاد نہ تھی وہ اولاد کی بہت متمنی تھیں ان کو بصد آرزوں اور دعاؤں کے بعد جب بچے کی امید ہوئی تو یہ نذر مانی کہ جو بچہ پیدا ہوگا اسے مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لئے وقف کروں گی، جب لڑکی پیدا ہوئی تو ان کو افسوس ہوا کہ میری نذر کس طرح پوری ہوگی یہ لڑکی مسجد اقصیٰ کی خدمت کس طرح کرے گی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ ہم نے اس لڑکی ہی کو قبول کر لیا ہے چنانچہ ان کا نام مریم رکھا گیا۔ سریانی میں اس کے معنٰی ہیں خادمہ، آپ کے والد چونکہ آپ کی پیدائش سے قبل ہی وفات پا گئے تھے اور حضرت مریم اپنی والدہ کی نذر کے مطابق مسجد اقصیٰ کے لئے وقف ہو چکی تھیں اس لئے ان کی کفالت کے بارے میں مختلف حضرات نے خواہش ظاہر کی آخر قرعہ اندازی کی گئی اور اس میں تینوں مرتبہ آپ کی خالہ ایشاع کے شوہر حضرت زکریا علیہ السلام کا نام نکلا اور وہ حضرت زکریا علیہ السلام کی زیر کفالت آ گئیں۔ حضرت زکریا چونکہ مسجد اقصیٰ کے متولی بھی تھے اس لئے انہوں نے حضرت مریم کے لئے مسجد اقصیٰ کے قریب ایک حجرہ متعین کر دیا وہ دن میں وہاں رہ کر عبادت کرتیں اور رات کو انہیں حضرت زکریا یا ان کی خالہ ایشاع کے

پاس لے جاتے اور وہیں شب بسر کرتیں۔

حضرت مریم شب و روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتیں اور مسجد اقصیٰ کی خدمت کی نوبت آتی تو اسے بھی بخوبی انجام دیتیں حتیٰ کہ ان کا تقویٰ بنی اسرائیل میں ضرب المثل بن گیا تھا، حضرت زکریا ان کی ضروری نگہداشت کے سلسلے میں کبھی ان کے حجرہ میں تشریف لے جاتے تو اکثر ان کے پاس بے موسم تازہ پھل دیکھتے تو حیران رہ جاتے ایک مرتبہ انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ مریم تیرے پاس یہ پھل کہاں سے آتے ہیں آپ نے جواب دیا کہ یہ میرے پروردگار کی طرف سے آتے ہیں یہ سن کر حضرت زکریا نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ جب بے موسم پھل دے سکتا ہے تو میرے بڑھاپے اور میرے بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود مجھے بیٹا بھی دے سکتا ہے چنانچہ انہوں نے خشوع خضوع سے بیٹے کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صورت میں بیٹا عطا فرمایا۔ حضرت مریم کے زہد و تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے زمانہ کی تمام عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی حتیٰ کہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے آپ اللہ تعالیٰ کی نبیہ تھیں گو اکثر حضرات کی رائے یہ ہے آپ نبیہ نہیں تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی انتہائی مقرب بندی تھیں۔

حضرت مریم نے نکاح نہیں کیا تھا اس کے باوجود وہ حد درجہ پاکباز خاتون تھیں اور عبادت و حاجات ضروریہ کے علاوہ کبھی اپنے حجرے سے باہر نہیں نکلیں۔ ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ کی مشرقی جانب لوگوں کی نگاہوں سے دور کسی ضرورت سے ایک گوشہ میں تنہا بیٹھی تھیں کہ اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں نمودار ہوئے آپ ایک اجنبی شخص کو دیکھ کر گھبرا گئیں اور خدا کا واسطہ دے کر پناہ چاہی۔ حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ میں خدا کا فرستادہ فرشتہ ہوں اور تجھ کو بیٹے کی بشارت دینے آیا ہوں آپ نے تعجب سے فرمایا کہ مجھے تو آج تک کسی انسان نے ہاتھ نہیں لگایا میرے بیٹا کیسے ہوگا فرشتے نے جواب دیا کہ مجھے تیرے رب نے ایسے ہی فرمایا ہے کہ تیرے بیٹا ہوگا جو کائنات کے لئے نشانی ہوگا میری جانب سے رحمت اور وہ میرے مقربین میں سے ہوگا اور شیر خواری کی حالت میں باتیں کرے گا اور اسے پیغمبر بنا کر بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے بھیجا جائے گا۔ یہ بشارت سنا کر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کے گریبان میں پھونک ماری۔ جس کے اثر سے حمل ٹھہر گیا، جیسے جیسے ولادت کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جاتا ویسے ویسے حضرت مریم کی اضطرابی حالت شدید سے شدید تر ہوتی جاتی کہ لوگ مجھے نا معلوم کس کس طرح بدنام کریں گے اور کیا کیا بہتان طرازیاں کریں گے۔ چنانچہ اس غم کی وجہ

سے وہ لوگوں سے دور ایک ٹیلے پر چلی گئیں چند روز بعد بچہ پیدا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے پانی کی نہر جاری کر دی اور کھانے کے لئے تازہ کھجوروں کا انتظام فرما دیا، حضرت مریم کو مسلسل یہ غم رہتا تھا کہ لوگوں کے طعنوں کا میں کیا جواب دوں گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے کر اس پریشانی کو دور فرمایا کہ جب کوئی شخص اس معاملہ کے متعلق سوال کرے خود جواب نہ دینا بلکہ بچے کی طرف اشارہ کر دینا کہ یہ جواب دے گا۔ آخر جب وہ قوم کے پاس گئیں تو لوگوں نے گھیر لیا اور تعجب سے سوال کرنے لگے آپ نے بچے کی طرف اشارہ کیا وہ حیران ہوئے کہ ماں کی گود میں بچہ کیا باتیں کر سکتا ہے۔ مگر بچہ بول پڑا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں؛ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا، اس نے مجھے مبارک بنایا اور نماز و روزہ کا حکم دیا وغیرہ، قوم نے ایک شیر خوار بچے کا حکیمانہ کلام سنا تو حیرت میں رہ گئی اور ان کو یقین ہو گیا کہ مریم کا دامن ہر قسم کی برائی سے پاک ہے اور اس بچہ کی پیدائش کا معاملہ یقیناً منجانب اللہ ایک نشانی ہے۔ حضرت مریم کے حالات سے ہمیں مندرجہ ذیل سبق ملتے ہیں:

(۱) اگر انسان کا رابطہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مستحکم ہو تو کسی کی دشمنی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

(۲) عورت کی عفت اور پاکدامنی شرعاً مطلوب ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی صلہ عطا فرماتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے اسی پاکدامنی کی وجہ سے حضرت مریم کو تمام دنیا کی عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر شوہر کے ایسا بچہ عطا فرمایا جس نے بچپن میں اپنی والدہ کی صفائی اور پاکدامنی بیان کی اور بعد میں اسے نبوت جیسا عالی شان منصب عطا کیا گیا۔ افسوس کہ آج یہی عفت وعصمت مسلمان عورتوں سے ختم ہوتی جا رہی ہے جو عورت کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز ہے مغرب کی تقلید نے ہمیں اندھا کر دیا جس کی وجہ سے ہم اس اعزاز کو عیب شمار کرنے لگے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا ڈر اور تقویٰ ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے ہر مصیبت میں کوئی نجات کا راستہ اور ایسی جگہ سے رزق ملتا ہے جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے یہی عبرت آموز سبق سکھانے کے لئے قرآن مجید میں حضرت آسیہ اور حضرت مریم کی مثال کو اکٹھے بیان فرمایا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے جب انہوں نے کہا اے میرے پروردگار میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا دیجئے اور مجھے فرعون، اس کے کام سے اور ظالم قوم سے نجات عطا فرمایئے اور اللہ تعالیٰ نے مریم بنت عمران کی

مثال بیان کی ہے جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی پھر ہم نے یعنی ہمارے حکم سے فرشتے نے ان کے گریبان میں ایک روح پھونکی، اور مریم نے اپنے رب کے کلمات اوراس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ بہت عبادت کرنے والوں میں سے تھی'' حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مردوں میں سے بہت سے لوگ کامل ومکمل ہوئیں ہیں مگر عورتوں میں سے صرف آسیہ فرعون کی بیوی اور مریم بنت عمران کامل ہوئیں۔ یعنی باوجود عورت ہونے کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو کمالات نبوت عطا فرمائے تھے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریم بنت اور آسیہ بنت مزاحم کو میرے نکاح میں دے دیا ہے اور وہ جنت میں میری ازواج میں سے ہونگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آج کی مسلمان خواتین کو انہیں اپنی مقتدا سمجھ کران کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

خواتین ورزش کیسے کریں؟

صحت کے لئے ورزش کا مسئلہ ماہرین کے درمیان ایک مسلمہ چیز ہے، آج کل ورزش نہ ہونے کی وجہ سے کئی قسم کی بیماریاں پیدا ہورہی ہیں، اور بے شمار بیماریاں ایسی ہیں کہ ان کا علاج صرف اور صرف ورزش ہی میں موجود ہے، یہ کہاوت تو بہت مشہور ہے کہ ''پارک خالی ہوتے ہیں تو ہسپتال بھر جاتے ہیں'' مطلب یہ ہے کہ ورزش چھوڑی جاتی ہے تو کثرت سے لوگ بیمار ہوتے ہیں اور پھر بیماری کی وجہ سے ہسپتال بھر جاتے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ورزش کے لئے گھر سے باہر نکلنا یا پارک میں جانا ہی ہر حال میں ضروری ہو بلکہ اصل مقصود ورزش کرنا ہے، خواتین کو تو ویسے بھی روزمرہ گھر سے باہر نکلنا شرعاً جائز نہیں، اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ باہر نکلے بغیر کیسے ورزش کریں، اس کا جواب یہ ہے کہ ورزش کا معیار تین چیزیں ہیں:

(۱) سانس تیز ہوجائے (۲) پسینہ آنے لگے (۳) تھکاوٹ محسوس ہو۔ اب خواتین اگر خود گھر کا کام وکاج محنت اور پھرتی سے کریں تو ان کی ورزش اسی میں بہت بہتر طریقہ سے ہوسکتی ہے، اگر پھر بھی ضرورت محسوس کریں تو مزید محنت کے کام کریں مثلاً سِل پر کچھ پیس لیا کریں، چکی پیسا کریں، خواتین گھر کا کام تو کرتی نہیں، گھر کے کاموں کے لئے تو ملازمہ رکھتی ہیں، محنت اور مشقت کے کام اُن سے لیتی ہیں اور خود کھا پی کر ویسے ہی پڑی رہتی ہیں، اس لئے پھر گھر سے باہر ورزش کے لئے نکلنے کی ضرورت محسوس کرتی ہیں (والتفصیل فی احسن الفتاویٰ ج۸ ص۵۰)

آپ کے دینی مسائل کا حل دارالافتاء

علمی، تحقیقی مسائل پر مشتمل سلسلہ

سگریٹ نوشی کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سگریٹ کا استعمال جائز ہے کہ ناجائز شرعی دلائل کی روشنی میں وضاحت فرمائیں نیز اس کے جواز کے بارے میں بعض لوگ جو دلائل پیش کرتے ہیں ان کے جوابات بھی مرحمت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: مروّجہ سگریٹ نوشی جس میں اس وقت عوام الناس کی ایک بڑی تعداد مبتلا ہے اگر اس میں کوئی ایسی سگریٹ ہو جو حقیقت میں نشہ آور ہو یعنی اس کے پینے سے ہوش وحواس جاتے رہیں یا اسی طرح دوسری ایسی خرابیاں سگریٹ نوشی کے ساتھ پائی جائیں جن کا ناجائز ہونا شریعت کے دوسرے مستقل دلائل سے ثابت ہو (مثلاً فضول خرچی واسراف، دوسرے کی ایذا رسانی وغیرہ) تو اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور اگر اس قسم کی کوئی خرابی اس میں نہ پائی جائے تو بھی سگریٹ نوشی کی عادت شرعاً کوئی پسندیدہ اور اچھا عمل اور شرفاء والا کام نہیں بلکہ مکروہ اور غیر مہذب لوگوں کا شعار ہے اگرچہ جدت پسندوں کی غیر مہذب تہذیب نے اس پر مہذب انداز کا خول چڑھایا ہوا ہے۔

یاد رہے کہ موجودہ دور کی مرجہ سگریٹ نوشی کے مفاسد اور نقصانات حقّہ سے کہیں زیادہ ہیں۔ مرجہ سگریٹ نوشی میں اسراف بھی حقّہ سے زیادہ ہے اور ماہرین کے مطابق حقّہ میں دھواں پانی وغیرہ کے مراحل سے گذر کر آنے کی وجہ سے (سگریٹ کے مقابلہ میں) مضر اثرات کم ہوتے ہیں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کل کی مرجہ سگریٹ نوشی کی عادت اطباء (Doctors) و ماہرین کی تحقیق کے مطابق صحت کے لئے مضر ہے، اور اس کی وجہ سے دنیا میں یومیہ فوت ہونے والوں کی تعداد لاکھوں تک بتائی جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج کل سگریٹ کی ڈبیوں پر بھی سرکاری ادارے ''وزارتِ صحت'' کی طرف سے واضح طور پر لکھا ہوتا ہے کہ ''**خبردار! سگریٹ نوشی صحت کے لئے مضر ہے**''

حکومت کی طرف سے بھی ہر کس وناکس کواور ہر جگہ سگریٹ نوشی کی قانونی طور پر اجازت نہیں ، اس کے علاوہ بے شمار ماہرین کا سگریٹ نوشی کے صحت کے لئے مضر اور نقصان دہ ہونے پر اتفاق ہے اور اس میں شاید ہی کسی سلیم الطبع انسان کا اختلاف ہو، بلکہ خود سگریٹ نوشی کے عادی لوگ بھی اس کے نقصانات کو تسلیم کرتے ہیں ، لیکن اس کے باوجود بڑی شدومد سے اس کا رواج واستعمال روز بروز بڑھتا جارہا ہے۔

اس موقع پر بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ''اطباء کی تحقیق کا اعتبار نہیں'' تو اس بارے میں سمجھ لیا جائے کہ یہ صرف اطباء ہی کی تحقیق نہیں بلکہ روزمرہ کے مشاہدہ سے بھی ثابت ہے ۔ دوسرے اگر اطباء کی تحقیق ہی مان لی جائے تو تب بھی اطباء کی ہر تحقیق فضول نہیں ، کیونکہ اطباء کی تحقیق کی بنیاد پر بے شمار چیزوں کے بارے میں شریعت کے احکام کی بنیاد قائم ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ ''حرمت سگریٹ'' مولفہ عبدالوحید مکی صاحب مصدقہ: حضرت مفتی عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ)

جہانتک ماہر طبیب کے مشورہ سے علاج اور بیماری (مثلاً گیس وغیرہ) دور کرنے کی غرض سے سگریٹ نوشی کا تعلق ہے تو اس بارے میں سمجھ لینا چاہئے کہ اس غرض کے لئے سگریٹ نوشی کے جائز ہونے کے لئے بھی کچھ شرائط مقرر ہیں مثلاً یہ کہ سگریٹ کے علاوہ اس سے بہتر دوسرا متبادل علاج بآسانی میسر نہ ہو (اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ دعویٰ آج کے ترقی یافتہ دور میں ہر مریض کے بارے میں یکساں طور پر معتبر ماننا مشکل ہے) دوسرے یہ کہ سگریٹ پی کر اپنے منہ کی اچھی طرح صفائی کر لے اور منہ کی بدبو جلد از جلد دور کرنے کی کوشش کرے ، اور اس کے بغیر مساجد اور عام مجالس میں حاضر نہ ہو، نیز یہ کہ عام مجالس اور تقریبات میں سگریٹ نوشی سے پرہیز کرے (کہ یہ دوسروں کی ایذا اور تکلیف کا باعث ہے) اور جتنی مقدار علاج کے لئے درکار ہو اُس پر اکتفاء کرے (جیسا کہ دوسرے علاج معالجہ اور دوائیوں کے بارے میں اصول ہے کہ صرف مرض کی حالت میں ہی استعمال کیا جاتا ہے، مرض دور ہونے کے بعد نہیں خصوصاً جس چیز میں منفی اور نقصان دہ پہلو یعنی Side Effect بھی ہو) ورنہ فضول خرچی اور اسراف کا گناہ لازم آئے گا اور اگر ان شرائط کی خلاف ورزی ہو تو پھر اس صورت میں بھی اس کا جائز ہونا باقی نہ رہے گا لِاَنَّ الضَّرُوْرَۃَ یُتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الضَّرُوْرَۃِ (ملخصاً من الاصول المذکور فی ہذا الباب در ''امداد الفتاویٰ'' ج ۴ ص ۹۷ تا ۹۹)

اور آج کل ان شرائط کی عموماً رعایت نہیں کی جاتی ، اس لئے عمومی اور اصلی حکم تو اس کے ممنوع ہونے کا ہی ہوگا اور جواز کی صورت بعض مجبوریوں کے حالات میں چند شرائط کے ساتھ ایک استثنائی درجہ کی ہوگی۔

اوربعض لوگ عادت ہوجانے کی وجہ سے اس کے چھوڑنے پر نفسیاتی بے چینی کو بیماری اوراس کے استعمال پر ذہنی سکون کوعلاج کا درجہ دے کر جائز سمجھتے ہیں، حالانکہ اولاً تو یہ بے چینی حقیقی بیماری کے مفہوم میں داخل نہیں ورنہ تو ہر گناہ کے عادی شخص کو گناہ کی عادت چھوڑنے میں نفسیاتی طور پر اس قسم کی پریشانی ہواہی کرتی ہے، دوسرے ماہرین کی تحقیق کے مطابق سگریٹ نوشی حقیقی سکون کے بجائے جسمانی اور فطری نظام کو اعتدال سے ہٹا کر متحرک اور متاثر کرتی ہے مگران لوگوں نے اس بے چینی کوسکون کا درجہ دے دیا ہے شریعت نے ایسے موقع پر مجاہدہ کرکے نفس کا مقابلہ کرنے اور نفس کی خواہش کو دبانے کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ مجاہدہ نفس کی بے جا خواہشات کو دبانے کے لئے ہی ہوا کرتا ہے۔لہٰذا عام حالات میں سگریٹ نوشی جائز نہیں۔

قال فی الدرالمختار : ثم قال شیخنا النجم : والتتن الذی حدث و کان حدوثه بدمشق فی سنة خمسة عشربعد الالف یدعی شاربه ان لایسکروان سلم له فانه مفتروهو حرام لحدیث احمد"نهی رسول الله ﷺ عن کل مسکرومفتر"قال ولیس من الکبائر تناوله المرة والمرتین ، ومع نهی ولی الامرعنه حرم قطعا علی ان استعماله ربمااضربالبدن ، نعم الاصرار علیه کبیرة کسائر الصغائر اه بحروفه......وفی الاشباه فی قاعدة:الاصل الاباحة اوالتوقف ، ویظهراثره فیما اشکل حاله کالحیوان المشکل امره والنبات المجهول سمته اه ......قلت : فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبه وقدکرهه شیخنا العمادی فی هدیته الحاقاله بالثوم والبصل بالاولی فتدبر......قال العلامة ابن عابدین :وقال ط: ویوخذمنه کراهة التحریم فی المسجد للنهی الواردفی الثوم والبصل وهوملحق بهما، والظاهر کراهة تعاطیه حال القراءة لمافیه من الاخلال بتعظیم کتاب الله تعالیٰ اه (ردالمحتار علی الدرالمختار ج ٦ص ٤٥٩تا٤٦١)

ان الاصل فی المضارالتحریم والمنع لقوله علیه الصلاة والسلام لاضررولاضرار فی الاسلام وایضاً ضبط اهل الفقه حرمة التناول امابالاسکارکالبنج وامابا لاضرار بالبدن کالتراب والتریاق اوبالاستقذار کالمخاط والبزاق وهذا کله فیماکان طاهراً وبالجملة ان ثبت فی هذاالدخان اضرارصرف خال عن المنافع فیجوزالافتاء بتحریم وان لم یثبت انتفاعه (وبعداسطر) نعم لواضرببعض الطبائع فهوعلیه حرام ولونفع ببعض وقصد به التداوی فهو مرغوب ولولم ینفع ولم یضر (تنقیح فتاویٰ حامدیه ج ٢ ص ٣٦٦)

قال الشیخ المحدث الفقیه عبدالحئی لکهنوی رحمه الله فی رسالة "ترویح الجنان لتشریح حکم شرب الدخان" بعد ذکر اقوال المختلفةمن الاباحة، والکراهة والحلة والحرمة :

وخلاصة المرام فی المقام انه لاشبهة فی اباحته وعدم تحریمه ولاریب فی کراهته فان کانت کراهته

Idara Ghufran

تحريمية كان الارتكاب من الكبائرلان المكروه تحريما قريب من الحرام على ماصرح به جمع من الاعلام وان عده بعضهم من الصغائر وان كانت تنزيهية كان ارتكابه صغيرة لكن يكون بالاصرار عليه واعتياده كبيرة ، فظهران شرب الدخان موجب لارتكاب الكبيرة على راى اكثرالعلماء ذوى الشان وهو الذى يدل عليه البرهان ومن ذهب الى الاباحة مع الخلوعن الكراهة فقوله لايخلو عن شذوذ وخسران (مجموعة رسائل اللكنوى ج٢ ص ٣٠٨،٣٠٩)

وقال الموصوف المذكور فى رسالة "زجرارباب الريان عن شرب الدخان" :

قدثبت بالادلة الواضحة والبراهين الساطعة ان شرب الدخان لايخلوعن اثم اىّ اثم فانه إن كان حراما فهوكبيرة اتفاقاً ولومرة واحدة يفسق به مرتكبه وترد شهادته وان كان مكروها تحريما فهوايضاً كبيرة على المذهب الراجح لكنها دون كبيرة ارتكاب الحرام الواضح وان كان مكروها تنزيها فهووان كان صغيرة كماانه كذلك على تقديرالتحريمية عندجماعة لكنه بالاصرار والاعتياد يكون كبيرة وبالجملة فمداومته والاصرارعليه لايخلوعن ارتكاب كبيرة اعاذنا الله منها ومن امثالها واما القول بالاباحة المطلقة الخالية عن مطلق الكراهة فقل من ذهب اليها وقول محكوم عليه بالشذوذ من جملة الاقوال الغيرالمعتمدعليها (مجموعه رسائل اللكنوى ج ٢ص ٣٢٣) والحق انه ان شرب بحيث اسكراواضره فحرام والافلاوجه لتحريمه نعم لايخلوعن كراهة (ج٢ ص ٣٢٠)......قال اللقانى فى شرح الجوهرة الاختلاف المذكور فى حرمة الدخان وكراهته اذاكان الشرب خاليا عن سائرالمحرمات الشرعية حتى ان كان الشرب باختلاط النساء والامارد اوبمجامع السفهاء والاراذل اوبوجه مخل للمروءة والعدالة اوبتناوله بآلات محرمة كقصب الذهب والفضة واوانيهما وبطريق ادارته على هيئة تشبه باصحاب الخمرفلا شبهة حينئذفى حرمة استعماله على هذاالطريق قطعاً انتهى (مجموعة رسائل اللكنوى ج ٢ ص ٣٢٧)......يتفرع على الحرمة والاباحة والكراهة وعدم الكراهة استعماله للتداوى فمن أباحه بلاكراهة إباحة للتداوى بلامزاحمة وكذامن اباحه بكراهة تنزيهاإجازة للتداوى ضرورة وأمامن حرمه اوكرهه تحريما منعه مطلقاًإلابشروط مذكورة فى موضعها ولذاقال "صاحب النصيحة" (وهوممن اختارالحرمة) اعلم انه اذا ثبت حرمته بالدلائل المذكورة فلايجوزشربه للتداوى إذاأمربه الطبيب الحاذق المسلم وله شروط مقررة فى الفقه قال فى النصاب : التداوى بالخمراوبحرام آخران لم يتيقن فيه الشفاء لايجوزبلاخلاف ، لان الحرمة بيقين لا تترك بالشك وان تيقن بالشفاء وله دواء سواه لايجوز ايضا لعدم تحقق الضرورة وان تيقن الشفاء ولادواء سواه قيل :لايجوزلقول ابن مسعود : إن الله ماجعل شفاء كم فيما حرم عليكم وقيل : يجوزقياساعلى شرب الخمرحالة العطش والجواب ان لم يبق محرما للضرورة فلايكون الشفاء فى الحرام فللمحتسب أن يبعث إلى الأطباء أمينايستوثق عليهم ان لايأمروامريضا بالتداوى بالمحرمات إلابماذكرمن الشروط انتهى مافى النصاب ......ثم إذاأمرالطبيب المسلم الحاذق

بشرب الدخان للتداوی فلا یجوزللشارب ان یحضرعقیب الشرب بلافصل فی المساجد والمجالس ،بل یغسل فاه ویزیل نتنه ثم یحضروأشدقباحة وأقوی حرمة أن یشرب الدخان الخبیث فی المجالس أوالمساجد لأنه وإن جازشربه لضرورة التداوی لکن لم یجزشربه فی المساجد والمجالس إذلاضرورة فی شربه هناک انتهی کلامه (مجموعة رسائل اللکنوی ج ۲ ص۳۲۶، ۳۲۷)

قال الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمه الله فی '' فتویٰ فی حکم شرب الدخان '' نقلا عن شیخ محمدبن ابراهیم :

فأقول: لاریب فی خبث الدخان ونتنه ، واسکاره احیانا وتفتیره وتحریمه بالنقل الصحیح والعقل الصریح وکلام أطباء المعتبرین...... فانه خبیث مسکرتارة ومفتر اخری لایماری فی ذلک الامکابرللحس والواقع......یوضحه ماسنذکره من کلام العلماء من أرباب المذاهب الاربعة فمن ذکر تحریمه من فقهاء الحنفیة الشیخ محمد العینی ذکرفی رسالته تحریم التدخین من أربعة أوجه : ......أحدها: کونه مضراللصحة باخبارالاطباء المعتبرین ، وکل ماکان کذلک یحرم استعماله اتفاقا...... ثانیها: کونه من المخدرات المتفق علیها عندهم المنهی عن استعمالهاشرعالحدیث احمد...... وهومفتربـاتفاق الأطباء وکلامهم حجة فی ذلک وأمثاله باتفاق الفقهاء سلفا وخلفا......ثالثها: کون رائحته الکریهة تؤذی الناس الذین لایستعملونه وعلی الخصوص فی مجامع الصلوة ونحوها بل وتؤذی الملائکة المکرمین . وقدروی الشیخان فی صحیحهما عن جابر رضی الله عنه مرفوعاً ''من اکل ثوما او بصلا فلیعتز لناولیعتزل مسجد ناولیقعد فی بیته'' ومعلوم ان رائحة التدخین لسیت اقل کراهیة من رائحة الثوم والبصل ......وفی الصحیحین ایضا عن جابر رضی الله عنه ''ان الملائکة تتأذی مما یتأذی منه الناس ''...... رابعها: کونه سرفااذلیس فیه نفع مباح خال عن الضرر بل فیه الضررالمحقق بأخباراهل الخبرة ...... ومنهم ابوالحسن المصری الحنفی قال مانصه الاثارالنقلیة الصحیحة والدلائل العقلیة الصریحة تعلن بتحریم الدخان ......وقدنهی الله عن کل مسکر وان قیل : انه لایسکرفهو یحذرویفتراعضاء شاربه الباطنة والظاهرة والمراد بالاسکارمطلق تغطیة العقل وان لم تکن معه الشدة المطربة ولاریب انها حاصلة لمن یتعاطاه اول مرة وان لم یسلم انه یسکرفهو یحذرویفتر...... وقدروی الامام احمد وابوداوٗد عن ام سلمة رضی الله عنها ''ان رسول الله ﷺ نهی عن کل مسکرومفتر '' قال العلماء المفتر مایورث الفتوروالحذر فی الاطراف وحسبک بهذاالحدیث دلیلاعلی تحریمه وانه یضربالبدن والروح ویفسدالقلب ویضعف القوی ویغیراللون بالصفرة......والأطباء مجمعون علی أنه مضر و یضر بالبدن والمروءة والعرض والمال لان فیه التشبه بالفسقة لانه لایشربه غالباً الا الفساق والأنذال ورائحة فم شاربه خبیثة اه......ومن فقهاء الحنابلة الشیخ عبدالله بن الشیخ محمد بن عبدالوهاب قدس الله ارواحهم قال فی اثناء جوابه علی التنباک بعد ماسرد نصوص تحریم

المسكر وذكر كلام اهل العلم فى تعريف الاسكارمانصه : وبما ذكرنا من كلام رسول الله ﷺ وكلام اهل العلم يتبين لك تحريم التتن الذى كثرفى هذاالزمان استعماله وصح بالتواتر عندنا والمشاهدة اسكاره فى بعض الاوقات......ومن فقهاء الشافعية الشيخ الشهيربالنجم الغزى الشافعى قال مانصه والتوتون الذى حدث وكان حدوثه بدمشق سنة خمسة عشرة بعد الالف يدعى شاربه انه لايسكروان سلم له فانه مفترو هو حرام لحديث احمد (وقدمرذكره) قال وليس من الكبائر تناوله المرة اوالمرتين اى بل الاصرارعليه يكون كبيرة كسائرالصغائر......وممن حرم الدخان ونهى عنه من علماء مصرالشيخ احمد السنهورى البهوتى الحنبلى وشيخ المالكيه ابراهيم اللقانى ، ومن علماء المغرب ابوالغيث القشاش المالكى ......ومن علماء دمشق النجم الغزى العامرى الشافعى ومن علماء اليمن ابراهيم بن جمعان ...... ومن علماء الحرمين المحقق عبدالمالک العصامى ......(اقتباس از "فتوىٰ فى حكم شرب الدخان " ص ١ . ٩ نشروتوزيع رئاسة ادارات البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد بالمملكة العربية السعودية)

انظر الى ماترتب على الاموال فيه من التضييق على الفقراء والمساكين وحرمانهم من الصدقة عليهم بشىء مما اضاعة افسده الدخان على المترفهين به وسماحة انفسهم بدفعها للكفار المحاربين اعداء الدين ومنعها من الاعانة بها على مصالح المسلمين وسد خلة المحتاجين ......ومما جربه اهله ان شاربه لاينفک عن الكدر والحزن وسوء الخلق واخذالهم بنفسه مادام اثره معه وانه يورث الجبن والخور والنسيان ......ولانه قد شوهد فى القصبة التى يشرب بها انسدادها بشىء فى غاية النتن كالعلک يسد مجارى العروق التى فى مزاريب البدن فيتعطل وصول الغذاء منها الى اعماق البدن فيموت مستعمله فجأة وقد شوهدذلک مرارا ولانه يحرق الرطوبة التى فى البدن وذلک سبب للهلاک ايضا(فتح العلى المالک لمحمد بن احمد بن محمد ابوعبدالله المعروف بالشيخ عليش مالكى (متوفىٰ ۱۲۹۹ هجرى)جلد ۱ الدعاء حال الاذان بعدمسائل الاذان قبل مسائل الصلاة)

والله سبحانهٗ وتعالىٰ اعلم

محمد رضوان ـ ۱۴۲۵/۳/۲۲ھ

دارالافتاء: ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی

رزق میں برکت کا ایک عمل

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ (سورہ شوریٰ آیت نمبر ۴۲) اس آیت کو نماز سے فارغ ہوکر حسبِ سہولت، حسبِ فرصت کثرت سے پڑھتے رہنے سے رزق میں برکت ہوتی ہے، جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان نمازوں کی سنتوں سے فارغ ہوکر پڑھنی چاہئے (اعمال قرآنی ص ۷ بتغیر)

کیاآپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

استخارہ کی حقیقت

استخارہ کے معنٰی ہیں ''اللہ تعالیٰ سے خیر کو طلب کرنا اور خیر کی دعا کرنا'' استخارہ کے معنٰی ''غیب کی خبر معلوم کرنے'' کے نہیں ہیں۔ لہٰذا جو لوگ استخارہ کے لئے خواب وغیرہ میں کچھ نظر آنے یا کسی طرح کا اشارہ ملنے کو ضروری سمجھتے ہیں وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں، جب استخارہ کا مطلب اللہ تعالیٰ سے خیر مانگنے اور خیر کی دعا کرنا ہے تو استخارہ کی مسنون دعا پڑھ لینے کے بعد مطمئن ہو جانا چاہئے اور خواب وغیرہ نظر نہ آنے کی صورت میں اپنے استخارہ کو بے کار اور فضول نہیں سمجھنا چاہئے استخارہ کے بعد سونا بھی ضروری نہیں۔

جاگتے ہوئے بھی بلاشبہ استخارہ کیا جاسکتا ہے، جن احادیث سے استخارہ ثابت ہے ان میں بھی استخارہ کے بعد سونے کا ذکر نہیں، اور جب استخارہ کے بعد سونا ضروری نہیں تو خواب نظر آنا کیسے ضروری ہوسکتا ہے، کیونکہ خواب تو سونے کی حالت میں ہی نظر آیا کرتا ہے۔ البتہ بعض اوقات استخارہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب وغیرہ میں بھی کسی کام کے خیر یا شر ہونے کی نشاندہی کر دی جاتی ہے۔ مگر اولاً تو ایسا ہونا ضروری نہیں اور اس کے بغیر بھی استخارہ کارآمد اور مفید عمل ہے، دوسرے استخارہ کے بعد جو خواب نظر آئے ضروری نہیں کہ وہ استخارہ سے ہی متعلق ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ روزمرہ اور عام اوقات کی طرح کا ایک خیالی یا نفسیاتی خواب ہو۔ اس قسم کے خواب تو استخارہ کے بغیر بھی نظر آتے رہتے ہیں اور جب کسی چیز سے متعلق استخارہ کیا جاتا ہے تو اس کی طرف ذہن اور خیال متوجہ ہوتا ہے ایسے وقت نفسیاتی اور خیالی خواب نظر آنے کے امکانات زیادہ بڑھ جاتے ہیں اور استخارہ کر کے سو کر اٹھنے کے بعد کیونکہ خواب کو اہتمام اور توجہ کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور دوسرے اوقات میں سو کر اٹھنے کے بعد اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا اس لئے عموماً استخارہ کے بعد خواب کی طرف توجہ زیادہ کی جاتی ہے۔

یہیں سے یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ استخارہ خود کرنا سنت ہے کسی دوسرے سے کرانا سنت نہیں، عام طور پر خود استخارہ کرنے کے بجائے دوسرے سے استخارہ کرانے پر اس لئے زور دیا جاتا ہے کہ خود کو خواب وغیرہ میں کوئی واضح چیز نظر نہیں آتی اور جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ خواب میں کچھ نظر آنا ضروری نہیں تو

اس غرض کی خاطر خود استخارہ چھوڑ کر دوسرے سے استخارہ کرانے کی بھی ضرورت نہیں۔

تکبر تباہی کا ذریعہ ہے

اللہ تعالیٰ کو تکبر سخت ناپسند ہے تکبر کرنے والے سے اللہ تعالیٰ کو سخت نفرت ہے درحقیقت تکبر کرنے والا تکبر کر کے اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے، کیونکہ تکبر اور بڑائی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے اس میں کسی دوسرے کو شرکت کا حق نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جنت میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا (صحیح مسلم) آج کل تکبر کا مرض عام ہے، خاص طور پر نو جوانوں میں تکبر کا مرض زیادہ پایا جاتا ہے۔ اپنے آپ کو دوسروں سے افضل اور اعلیٰ سمجھنا اور اپنے مقابلہ میں دوسروں کو کمتر اور حقیر سمجھنا تکبر کہلاتا ہے، سینہ تان کر، آستینیں چڑھا کر اور اکڑ کر چلنا مجلسوں اور محفلوں میں امتیازی شان وشوکت کا متلاشی ہونا، دوسروں کی زبان سے اپنی تعریف اور خوبیوں کا منتظر ہونا، اپنے نام کے ساتھ اونچے القاب وآداب کا متمنی ہونا، مَردوں کا ٹخنوں سے اوپر شلوار وغیرہ کرنے میں عار محسوس کرنا، اپنی شان اور مزاج کے خلاف کوئی بات پیش آنے پر برداشت نہ کرنا اور آگ بگولہ ہو جانا۔ یہ اور اس جیسی چیزیں تکبر کے مرض سے پیدا ہوتی ہیں اور تکبر انسان کو تباہ و برباد کر کے جہنم میں داخل کرنے کا باعث بن جاتا ہے

تکبر مکن زینہار اے پسر   تکبر عزازیل را خوار کرد

(اے برخوردار تکبر ہرگز بھی اختیار نہ کر، تکبر ہی نے شیطان کو رسوا اور ذلیل کیا ہے)

جب کبھی تکبر کا تقاضہ ہو تو چاہئے کہ اپنی حقیقت اور اصلیت کی طرف توجہ کرے، کہ ابتدا ایک ناپاک اور گندے قطرے سے ہوئی، اور انتہاء مٹی میں دفن ہونا اور کیڑوں مکوڑوں کی خوراک بن جانا ہے۔ اور درمیانی حصہ میں زندگی بھر پیٹ میں ہر وقت نجاست وغلاظت اٹھائے پھرتا ہے۔

مُردے کو دو مرتبہ غسل دینا

آج کل رواج ہے کہ مُردے کو دو مرتبہ غسل دینا ضروری سمجھا جاتا ہے، ایک مرتبہ پہلے غسل دے دیا جاتا ہے اور دوسری مرتبہ جنازہ اٹھانے سے کچھ پہلے غسل دیا جاتا ہے، حالانکہ شریعت کی طرف سے میت کو صرف ایک مرتبہ غسل دینا ثابت ہے، دو مرتبہ ثابت نہیں، لہٰذا ایک مرتبہ سنت کے مطابق غسل دینے پر اکتفا کرنا چاہئے اگر پہلی مرتبہ غسل دینے کے بعد میت کے جسم کے کسی بھی حصہ سے ناپاکی اور غلاظت

برآمد ہوجائے تب بھی غسل میں کوئی خلل نہیں آتا بلکہ وہ بدستور برقرار رہتا ہے، اس لئے دومرتبہ غسل دینے کے رواج کو ختم کرنا چاہئے اور شریعت نے جو تعلیم دی ہے اس پر عمل کرنے کو کافی سمجھنا چاہئے اور اپنی طرف سے دین کے معاملہ میں حکمتیں گھڑ کر دین پر زیادتی کرنے سے بچنا چاہئے۔

زبان سے نیت کے الفاظ اگر غلط ادا ہوجائیں

شرعی اعتبار سے نیت دل کے ارادہ کا نام ہے زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں، اسی وجہ سے اگر مثلاً نماز میں دل کی نیت اور زبان سے الفاظ کی ادائیگی میں فرق ہوجائے تو دل کی نیت کا اعتبار ہوگا، اور زبان کے الفاظ کو لغو اور غیر معتبر قرار دیا جائے گا، چنانچہ اگر دل کی نیت غلط تھی مگر زبان سے الفاظ صحیح ادا کردیئے مثلاً عصر کی نماز پڑھتے وقت دل میں نیت ظہر کی نماز کی کرلی اگرچہ زبان سے الفاظ عصر کی نماز پڑھنے کے ہی ادا کئے تو عصر کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اور اس کے برعکس اگر دل میں نیت صحیح تھی مگر زبان سے الفاظ غلط نکل گئے مثلاً عصر کی نماز پڑھتے وقت دل میں نیت اور ارادہ بھی عصر ہی کی نماز پڑھنے کا تھا لیکن زبان سے الفاظ ظہر کے نکل گئے تو عصر کی نماز صحیح ہوجائے گی (صفر ۱۴۲۵ھ کے رسالہ میں صفحہ ۵۶ پر اس مسئلہ کی مثال لکھنے میں کچھ غلطی ہوگئی تھی جو اس مضمون میں صحیح کردی گئی ہے)

جمعہ کے خطبہ کے دوران چندہ لینا دینا جائز نہیں

بعض مسجدوں میں عین جمعہ کا خطبہ شروع ہوجانے کے بعد صفوں میں سے گزر کر سامعین سے چندہ جمع کیا جاتا ہے، جبکہ شرعاً خطبہ کے وقت ہر طرف سے خیال ہٹا کر اور سب کام چھوڑ کر خطبہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے، خطبہ کے دوران ذکر و تلاوت، دعا اور نماز وغیرہ میں مشغول ہونا بھی جائز نہیں۔ چندہ کا درجہ تو پھر بھی ان چیزوں کے مقابلہ میں کم حیثیت رکھتا ہے یہ شرعاً کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ خطبہ کے دوران چندہ جمع کرنے والے، کرانے والے اور چندہ دینے والے سب کے سب گنہگار رہیں (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۲ ص ۴۱۰) بعض حضرات اس کی یہ حکمت بیان کرتے ہیں کہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے لوگوں کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی، اس لئے ہم چندہ پہلے نہیں کرسکتے، حالانکہ یہاں اصل مقصود تو چندہ حاصل کرنا ہی نہیں بلکہ جمعہ کی نماز کی شریعت کے مطابق ادائیگی ہے، اسی کے لئے لوگ آتے ہیں، اسی کے لئے خطبہ دیا جارہا ہوتا ہے پھر ایک غیر متعلقہ چندہ جیسی چیز سے اصل شریعت کے حکم میں خلل ڈالنا کیسے گناہ سے بچا سکتا ہے

اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ یہاں مقصود جمعہ ہے نہ کہ چندہ۔ خطبہ کے وقت کسی دوسرے کام میں مصروف ہونے اور توجہ کے ساتھ خطبہ نہ سننے پر احادیث میں سخت تنبیہات آئی ہیں۔ اور بعض روایات میں خطبہ غور سے نہ سننے کی وجہ سے نماز جمعہ کی فضیلت سے محرومی بتلائی گئی ہے، افسوس کا مقام ہے کہ چندہ کے حصول کی خاطر اجتماعی ثواب ضائع کرنے کو گوارا کیا جاتا ہے، کیا روپے پیسے کی قدر و قیمت (نعوذ باللہ تعالیٰ) نمازِ جمعہ اور خطبۂ جمعہ کی فضیلت واہمیت سے بھی کم حیثیت رکھتی ہے، اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے اور یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اللہ کے احکام پورے کرنے سے برکت وترقی حاصل ہوتی ہے اللہ کا حکم توڑ کر پیسوں کی ظاہری زیادتی حقیقی برکت وترقی حاصل ہونے میں ہرگز مدد نہیں کرتی۔

ہر چیز کو مخصوص جگہ رکھنا

پریشانی، ذہنی الجھن اور دماغ کے بوجھ سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہر چیز کی ایک جگہ متعین کر لی جائے اور پھر اس چیز کو اُسی جگہ رکھنے کی پابندی کی جائے جو لوگ چیزوں کی کوئی خاص جگہ متعین نہیں کرتے وہ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں اور وقت بھی ضائع ہوتا ہے، عموماً سُستی، جلد بازی یا دوسرے کام میں ذہن مصروف ہونے کی صورت میں چیز کہیں کے کہیں رکھ دی جاتی ہے اور بعد میں پیش آنے والی پریشانی کا اس وقت احساس بھی نہیں ہوتا۔ پھر بعد میں اس چیز کے ملنے اور تلاش کرنے میں دشواری ہوتی ہے اور یاد اس لئے نہیں آتی کہ رکھتے وقت ذہن اس طرف متوجہ اور حاضر نہیں تھا خاص طور پر جب کبھی اچانک بجلی چلی جائے یا کسی اور وجہ سے اندھیرا ہو تو پریشانی زیادہ بڑھ جاتی ہے، بعض اوقات حادثہ وغیرہ پیش آجانے کی صورت میں ہنگامی طور پر کسی چیز کی جلدی ضرورت ہوتی ہے مگر بروقت نہ ملنے کی وجہ سے بڑا نقصان اٹھانا پڑ جاتا ہے، ایسے موقع پر اِدھر اُدھر ماچس تلاش کرتے پھرتے ہیں اور کافی دیر تک ماچس وغیرہ نہیں ملتی اور اس دوران تمام لوگ پریشان ہوتے ہیں، سارا کام درمیان میں رُک جاتا ہے اور پہلے سے اس قسم کے اچانک پیش آجانے والی ضرورت کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور ایسی ہنگامی ضرورت کثرت سے پیش بھی نہیں آتی، اس لئے ان چیزوں کی طرف پہلے سے ذہن بھی نہیں جاتا، لیکن اگر پہلے ہی سے ہر چیز کی جگہ مخصوص کر کے اس چیز کو مخصوص جگہ رکھنے کا اہتمام کیا جائے تو شاید بہت ساری پریشانیوں اور ہنگامی مصیبتوں اور وقت کے ضیاع سے ہماری حفاظت ہو جائے۔

حیرت کدہ

محمد امجد

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

چین کے شاہی مقبرے اور ملک الموت

چین کے قدیمی شاہی خاندان ''منگ'' کو یہ خبط تھا کہ مرنے کے بعد بھی وہ بادشاہ ہی رہیں اور ان کا مال ودولت اور ان کے حشم وخدم بھی ان کے ساتھ ہی مقبرے میں جائیں، اسی کے نتیجہ میں بیجنگ کی تاریخی جگہ جو ''منگ مقبرے'' (Ming Tombs) کے نام سے مشہور ہے وہاں چین کے منگ خاندان کے بارہ بادشاہوں کے وہ مقبرے آج بھی موجود ہیں جو ہر بادشاہ نے اپنے لئے اپنی زندگی ہی میں تعمیر کئے تھے۔ اس رسم کا بعض شاہی خاندانوں میں یہاں تک رواج رہا کہ ان کے ساتھ ان کے محبوب غلام اور کنیزیں بھی تابوت میں زندہ دفن کردی جاتی تھیں، بعد میں یہ انسانیت سوز طریقہ تو ختم ہوا، لیکن بادشاہ کے ساتھ ڈھیروں سونا چاندی، جواہر، کپڑے، کھانے پینے کی اشیاء اور اس قسم کی دوسری چیزیں مقبرے ہی میں رکھ دی جاتی تھیں ایک تابوت بادشاہ کا ہوتا تو دسیوں تابوت ان چیزوں کے ہوتے۔ اس کے علاوہ مقبرے میں اعلیٰ درجہ کا فرنیچر اور برتن بھی رکھے جاتے تھے گویا کہ مرنے کے بعد بادشاہ کی حکومت زیر زمین چلی جاتی تھی۔ لیکن ان قیمتی خزانوں کے چوری ہونے اور خاندانی دشمنیوں اور عداوتوں کی وجہ سے خود بادشاہ کی نعش بھی دشمنوں کی دست برد کا شکار ہونے کا اندیشہ رہتا تھا۔ لہٰذا ہر بادشاہ اپنی زندگی میں اپنا مقبرہ اس طرح تعمیر کرتا تھا کہ زمین کی سطح پر ایک عالیشان عمارت بنا کر پھر زمین کے نیچے مقبرہ ہوتا تھا جس میں بادشاہ کا تابوت رکھا جاتا تھا اور اس زیر زمین مقبرے کا راستہ سوائے اس بادشاہ اور اس کے چند ہمرازوں کے کسی کو معلوم نہیں ہونے دیا جاتا تھا، چنانچہ جب بادشاہ کا انتقال ہوتا تو اس کا تابوت اور ہیرے وجواہرات اور قیمتی خزانے خفیہ راستے سے زیر زمین مقبرے میں پہنچادیئے جاتے، اس کے بعد جو لوگ بادشاہ کی قبر پر آنا چاہتے وہ زمین کی سطح والی عمارت پر خراج عقیدت ادا کر کے چلے جاتے اصل تابوت تک کسی کی رسائی نہ ہوتی، اس طریقہ پر اس علاقے میں بارہ بادشاہوں کے علامتی مقبرے ہیں لیکن ان کے زیر زمین مقبروں کا راستہ آج تک کسی کو معلوم نہیں ہوسکا صرف ایک بادشاہ چوای چن کا زیر زمین مقبرہ قریبی زمانے میں دریافت ہوا ہے۔ اور اس دریافت کا واقعہ بھی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مقبرے سے کافی

فاصلے پر کچھ کھیت تھے 1956ء میں ایک کاشتکار کو ہل چلاتے ہوئے کتبے کی طرح پتھر کے نشانات نظر آئے ، اس کتبے پر زیر زمین مقبرے تک پہونچنے کے لئے ایک خاص سمت میں زمین کھودنے کی ہدایات تھیں وہاں تک کھدائی کی گئی تو ایک اور کتبہ ملا جس میں مزید ہدایات دی گئی تھیں ان ہدایات کے مطابق کھدائی کرتے کرتے مقبرے کا دروازہ برآمد ہوگیا ،اس دروازے کو کھولنے کا طریقہ بھی خفیہ نوعیت کا تھا، بہرصورت ! یہ دروازہ کھلا تو اندر ایک عظیم الشان ہال نظر آیا جس میں بادشاہ کا تابوت رکھا ہوا تھا، اس خفیہ راستے کی کسی قدر تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ مقبرے سے کافی دور کھیتوں میں نیچے جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں ،۱۴۔۱۴ سیڑھیوں کے ایک درجن کے قریب زینے ہیں اس کے بعد اندرونی مقبرے کا دروازہ ہے ،اس دروازہ کے دونوں کواڑ ٹنوں وزنی پتھر کے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پورا کواڑ ایک ہی پتھر ہے ، بہت سے آدمی مل کر بھی اس دروازے کو سرکا نہیں سکتے ، دروازے میں داخل ہونے کے بعد ایک شاندار ہال سامنے آتا ہے ، ہال کا مجموعی رقبہ 1195 مربع میٹر ہے اور یہ تین حصوں میں منقسم ہے ،ایک حصے میں بادشاہ کا دیو ہیکل تابوت اور اس کے اردگرد نسبتاً چھوٹے بہت سے تابوت رکھے ہیں جن میں زرو جواہر وغیرہ بھرے گئے تھے دوسرے حصے میں پتھر کی بنی ہوئی کرسیاں ، تخت ، بڑے بڑے لگن وغیرہ رکھے ہوئے ہیں اور تیسرا حصہ خالی ہے یہاں ایک بورڈ نصب ہے جس پر لکھا ہوا ہے کہ اس ہال کی تعمیر کا آغاز 1586ء میں ہوا یہ چھ سال میں مکمل ہوا ،اور اس کی تعمیر میں چار لاکھ کلو گرام چاندی خرچ ہوئی۔

کوئی شک نہیں کہ فن تعمیر کے نقطہ نظر سے یہ ''منگ مقبرے'' ایک تاریخی شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن غور وفکر کرنے والے کے لئے تو دراصل یہ عجیب وغریب عبرت گاہ ہے۔ جو لوگ تعمیر اور سنگ تراشی میں اس حیرت انگریز ذہانت دیدہ ریزی اور مہارت وصناعی کا ثبوت دے سکتے ہیں وہ اتنی سامنے کی حقیقت تک سے جاہل تھے کہ مرنے کے بعد زرو جواہر کے یہ انبار مرنے والے کے لئے مٹی کے ڈھیلوں سے زیادہ بے قیمت ہیں ، جو لوگ حملہ آوروں کے دفاع کے لئے دیوار چین اور شہر ممنوعہ تعمیر کر سکتے تھے وہ موت کے حملے کو روکنے کے لئے کوئی دیوار کھڑی نہ کر سکے اور ان کی پرشکوہ فصیلیں بھی ملک الموت کا راستہ نہ روک سکیں انجام ان کا بھی وہی ہوا جو ایک بے سروسامان مزدور اور ایک بے وسیلہ کسان کا ہوسکتا تھا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ترجمہ:تم جہاں

کہیں بھی ہوئے موت تمہیں آن لے گی اگر چہ تم چونا گچ محلات میں بھی ہو (جہان دیدہ ص ۴۲۸ تا ۴۳۰ بتغیر)
دنیا کی بادشاہت اور حکومت تو اگر چہ انسان کو زور، طاقت، مال ودولت، اور حشم وخدم کے بل بوتے پر حاصل ہو جاتی ہے، لیکن آخرت کی بادشاہت جو جنت میں حاصل ہوگی وہ ایمان اور نیک عمل اور اللہ کے فضل وکرم کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی

ملے خاک میں اہل شان کیسے کیسے — مکیں ہوگئے لامکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے — زمین کھاگئی آسمان کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے — یہ عبرت کی جاہے تماشہ نہیں ہے
اجل نے کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا — اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہر ایک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا — پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے — یہ عبرت کی جاہے تماشہ نہیں ہے

مال ودولت، ساز وسامان، سونے چاندی اور جواہرات کے خزانے جمع کرنے کی حرص اور ان اسباب دنیا کی فراوانی وبہتات کی خواہش وہوس انسان کی بہت بڑی کمزوری ہے، یہ چیزیں جس مقدار میں انسان کو میسر آتی جاتی ہیں اسی کے ساتھ اس کی تشنہ لبی اور پیاس اور بڑھتی جاتی ہے، چنانچہ حکومت واقتدار اور تاج وتخت کے مالک بادشاہوں کے خزانے ان چیزوں سے بھرے ہوتے ہیں جو انہوں نے عام طور پر ظلم وستم ڈھا کر اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کر کے اور اپنے ہی ہم جنس بنی آدم کا خون چوس کر جمع کئے ہوتے ہیں لیکن پھر بھی ہر آن ''ھَلْ مِنْ مَّزِیْد'' کی صدا گونجتی ہے، تا آنکہ موت کا تلخ جام ان کی یہ پیاس ہمیشہ کے لئے نہ بجھا دے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی اسی دکھتی رگ کو پکڑ کر اس طرح جھنجوڑا ہے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ترجمہ: غفلت میں رکھا تم کو (سامان دنیا کی) بہتات وفراوانی کی حرص نے یہاں تک کہ جادیکھیں قبریں (یعنی موت آجاتی ہے) ایک دفعہ حضور ﷺ نے سورہ تکاثر تلاوت فرما کر یہ ارشاد فرمایا: یَقُوْلُ ابْنُ آدَمَ مَالِیْ مَالِیْ وَهَلْ لَّكَ مِنْ مَالِكَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْلَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْتَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ (ترمذی، احمد)

'' آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال حالانکہ اس میں تیرا حصہ تو اتنا ہی ہے جس کو تو نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے اپنے آگے بھیج دیا''

طب وصحت حکیم محمد فیضان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

ملیریا

گرمی کی آمد کے ساتھ ساتھ ملیریا بخار بھی شروع ہو جاتا ہے ملیریا کا زور زیادہ تر مون سون کے موسم (ماہ جون سے اکتوبر) میں ہوتا ہے۔انسانوں کو لاحق ہونے والی بیماریوں میں ملیریا ایک خطرناک وبائی مرض ہے۔آج ملیریا سے دنیا بھر کے سو سے زائد گرم مرطوب ممالک کی 24000 ملین آبادی متاثر ہے، جو کہ دنیا بھر کی آبادی کا چالیس فی صد حصہ ہے۔WHO عالمی ادارۂ صحت کے مطابق گرم مرطوب ممالک میں ملیریا پہلی بیماری کے طور پر ابھر کر سامنے آیا ہے۔ملیریا کا پھیلاؤ اتنا زیادہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک بھی اسکی لپیٹ سے نہیں بچ سکے ہیں۔ایک رپورٹ کے مطابق ہر سال 300 ملین سے 500 ملین افراد ملیریا سے متاثر ہوتے ہیں۔1.5 سے 3 ملین افراد اس بیماری کے سبب ہر سال ہلاک ہو جاتے ہیں۔اعداد وشمار کے مطابق دنیا بھر میں موت کا سبب بننے والی بڑی بیماریوں میں ملیریا کا شمار تیسرے نمبر پر ہے۔ہر 12 سیکنڈ کے بعد ملیریا کے سبب ایک موت واقع ہو جاتی ہے۔افریقی ممالک میں صورت حال بیحد خراب ہے ملیریا کے سبب 85 فی صد اموات صرف افریقہ میں واقع ہوتی ہیں، وہاں چھ سال کی عمر کے بچے پانچ سے چھ مرتبہ تک اس بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں۔دنیا بھر میں ہر سال تقریباً ایک ملین کی تعداد میں پانچ سال سے کم عمر کے بچے اس بیماری کا شکار ہو کر موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں،اور ہر 20 سیکنڈ کے بعد ایک بچہ ملیریا کے سبب ہلاک ہو جاتا ہے۔پاکستان بھی اس بیماری سے متاثرہ علاقے سے تعلق رکھتا ہے یہاں پر اس بیماری کے سبب سالانہ پچاس ہزار اموات رجسٹر کی جاتی ہیں،جبکہ غیر رجسٹر ملیریا سے اموات کی تعداد علیٰحدہ ہے۔ہندوستان میں ملیریا صدیوں سے ایک مسئلہ رہا ہے کیونکہ طب کی قدیمی کتب جیسے چراکاسمیتا (charakasamhita) تک میں اس بیماری کی تفصیلات ملتی ہیں۔1930ء کی دہائی میں ملک کا کوئی گوشہ بھی ایسا نہ تھا کہ جو ملیریا سے متاثر نہ ہوا ہو، اُس وقت ملیریا کی وجہ سے اقتصادی نقصان دس ہزار ملین روپیہ تھا اور سالانہ 8 لاکھ اموات واقع ہوتی تھیں۔

ماہرین کے مطابق 1880ء میں ایک سائنسی تحقیق سے پتہ چلا کہ یہ بیماری ، پلازموڈیم، نامی

جرثومہ (plasmodium virex) سے پھیلتی ہے ۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ایک خاص قسم کے مچھر، انوفلیس، کی مادہ انسان کو کاٹنے کے دوران اس جرثومہ کو انسانی جسم کے دوران خون میں داخل کر دیتی ہے۔ دراصل اس قسم کی مادہ مچھر کو اپنے جسم میں انڈوں کی افزائش کے لئے زیادہ خوراک (انسانی خون) کی ضرورت ہوتی ہے، اور مادہ مچھر جب ملیریا کے مریض کو کاٹتی ہے تو خون کے ساتھ جراثیم مچھر کے جسم میں منتقل ہو جاتے ہیں اور جب یہی مادہ، انوفلیس، کسی دوسرے صحت مند انسان کو کاٹتی ہے تو ملیریا کے جراثیم اُسکو بھی متاثر کر دیتے ہیں۔ ماہرین امراض کے مطابق ملیریا کے پھیلاؤ میں تین چیزیں بطور زنجیر کے استعمال ہوتی ہیں (1) انسان (2) پلازموڈیم (جرثومہ) (3) انوفلیس مادہ مچھر۔ چنانچہ جب انسان گرم مرطوب مما لک میں رہتا ہے، یا سفر کرتا ہے تو مچھر اُسپر حملہ آور ہوتا ہے اور، پلازموڈیم، جرثومہ مچھر کے ذریعہ خون میں داخل ہو جاتا ہے۔ ملیریا کا سبب بننے والے جرثومہ کی ابتک چار اقسام دریافت کی جا چکی ہیں

(1) پلازموڈیم واویکس (plasmodium vavex) (2) پلازموڈیم فالسی پیرم (plasmodium falciparum)

(3) پلازموڈیم اوویل (plasmodium ovle) (4) پلازموڈیم ملیریائی (plasmodium malariae)

پلازموڈیم واویکس قسم زیادہ تر وسطی اور جنوبی امریکہ، ہندوستان، شمالی افریقہ، مشرق وسطیٰ میں اور پلازموڈیم فالسی پیرم افریقی صحارا کے مما لک، میلانیشیا، نیوگنی، وغیرہ میں زیادہ عام ہے، جبکہ پلازموڈیم اوویل مغربی افریقہ میں، پلازموڈیم ملیریائی عام طور سے پوری دنیا میں پایا جاتا ہے۔ جرثوموں کی پر اثر اقسام کو سپروزوائٹس (sprozoites) کہتے ہیں۔ جب مچھر انسان کو کاٹتا ہے تو یہ sprozoites 30 سے 40 منٹ کے دوران 20 سے 30000 تک جگر کے خلیات میں شامل ہو کر خلیات کو خراب کر کے خون کے سرخ ذرات کو بھی متاثر کرنا شروع کر دیتے ہیں، یہ بالکل ابتدائی مرحلہ ہے، اس میں کسی طرح کے آثار بھی نمودار نہیں ہوتے، یہ جرثومے خون میں نشونما پا کر 8 سے 32 تک نئے جرثوموں کو جنم دیکر خون کے نئے خلیوں کو تباہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس مرحلہ کا دورانیہ 48 سے 72 گھنٹے ہے، اسے Erythrocyticschizogony کہتے ہیں۔ اس کے 48 سے 72 گھنٹے بعد بخار اور کپکپاہٹ، سردی چڑھنا، وغیرہ علامات شروع ہو جاتی ہیں۔

علامات:۔ عام طور سے اس مرض میں کپکپاہٹ، سردی لگنا، دانتوں کا بجنا، سر درد، بدن درد، تیز بخار،

پسینہ آنا، کمزوری، کھانسی، سانس کی تنگی، بعض مریضوں کو قے اور دست وغیرہ ملیریا سے متاثرہ علاقوں میں چند اور بھی علامات ظاہر ہوسکتی ہیں کیونکہ یہ مرض مختلف طور سے اثر انداز ہوتا ہے۔ اول 15 منٹ سے ایک گھنٹہ تک شدید سردی اور کپکپاہٹ ہوتی ہے، پھر تیز بخار 102f سے 106f تک بھی ہوجاتا ہے جو کہ دو سے چھ گھنٹے تک جاری رہتا ہے۔ پھر پسینہ آکر دو سے چار گھنٹے تک بخار کم ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ کبھی کبھی ہلکا بخار یا مسلسل بخار یا وقفوں کے ساتھ بھی بخار ہوتا ہے۔

علاج: اگر بر وقت تشخیص ہو اور مناسب علاج ہو تو 48 گھنٹوں میں بیماری پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ کلوروکوئین (chaloroquine) ملیریا کی ہر قسم میں مفید اور مؤثر ہے۔ حفظ ماتقدم کے طور پر بھی یہ دوا استعمال کی جاتی ہے۔ ملیریا کی کوئی ویکسین ابھی تک ایجاد نہیں ہوسکی ہے۔ حکومتی سطح پر ملیریا کی روک تھام کے لئے کئے گئے اقدامات ناکافی ہیں۔ عوام کو خود اس مرض سے بچاؤ کے لئے ذاتی حفاظتی انتظامات کرنے چاہئیں، تاکہ اس وبائی مرض کو پھیلنے سے روکا جاسکے۔ جو لوگ گرم مرطوب علاقوں میں رہتے یا سفر کرتے ہوں انھیں مچھروں کے کاٹنے سے بچاؤ کے لئے شام کے وقت جہاں تک ممکن ہو سکے دروازے اور کھڑکیاں بند رکھنے چاہئیں، تاکہ مچھر گھروں میں داخل نہ ہوسکیں۔ مچھر دانیوں کا استعمال کریں، مچھر بھگانے کے لئے جراثیم کش ادویات کا چھڑکاؤ کریں، مچھر دور بھگانے کے لئے تیل، لوشن، کریم، میٹ، وغیرہ کا استعمال کریں۔ اور کوشش کریں کہ رہائشی علاقوں میں آس پاس گندا پانی جمع نہ ہونے پائے۔ اس طریقہ سے ملیریا پر قابو پانے میں مدد ملے گی۔

پرہیز:۔ ثقیل دیر ہضم چیزوں کے استعمال سے، ایسے مقامات پر جہاں ملیریا کا زہر ہو قیام کرنے سے، زیادہ دھوپ میں چلنے پھرنے سے، بارش میں بھیگنے سے، میلے لباس سے احتیاط کریں۔

غذا:۔ جب کھانے کی خواہش ہو ہلکی زود ہضم غذا دینی چاہئے۔ مثلاً بکری کا شوربا، چپاتی سے مونگ کی دال، سبزیوں میں کدو، پالک، ترئی، ٹنڈا، وغیرہ اور لیموں نارنگی، سیب، کینو مالٹا وغیرہ حسبِ عادت دینی چاہیئے۔ واللہ اعلم E-mail: faizankhanthanvi@hotmail.com

موت کی سختی میں اور سکرات میں	جب لگا رہتا ہے شیطاں گھات میں
ہو الٰہی تو مددگار و مُعین	مجھ پہ غالب ہونہ جائے وہ لعیں
مرتے دم یارب مری امداد کر	اور جہنم سے مجھے آزاد کر

اخبارِ ادارہ محمد امجد

ادارہ کے شب وروز

☐......۷؍ربیع الاول بروز بدھ حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب (خلیفہ: حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ) ادارہ میں تشریف لائے، جوکہ چند دنوں کے لئے راولپنڈی میں اپنے بعض اعزہ کے یہاں تشریف لائے تھے، اس دوران اپنی نئی تصانیف ''موجودہ صدی اور ظہور مہدی، اور تکوین وتشریع کی کتابت اور ترتیب وتخریج کے سلسلہ میں ادارہ تشریف لاتے رہے اور ۱۹؍ربیع الاول کو کراچی واپس تشریف لے گئے

☐......جمعرات یکم، ۸، ۱۵، ۲۲، ۲۹؍ربیع الاول کو طلبہ کرام کے لئے ہفتہ وار بزمِ ادب کی نشستیں حسبِ معمول منعقد ہوئیں۔ ۱۵؍ربیع الاول کی نشست میں حضرت ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب کا بیان ہوا۔

☐......اتوار ۴، ۱۱، ۱۸، ۲۵ ربیع الاول کو بعد عصر اصلاحی عمومی مجالس حسب معمولی منعقد ہوتی رہیں۔ اتوار ۱۸؍ربیع الاول کو بعد مغرب یوم والدین کا جلسہ ہوا، جس میں مفتی محمد یونس صاحب کا بیان ہوا۔

☐......منگل ۶، ۱۳، ۲۰، ۲۷، بعد ظہر اراکین ادارہ کے لئے ہفتہ وار اصلاحی نشستیں حسب معمول ہوئیں۔

☐...... بدھ ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸، ربیع الاول ہفتہ وار اصلاحی نشستیں برائے طلباء کرام حسب معمول ہوتی رہیں۔

☐......جمعہ ۲؍ربیع الاول کو حضرت مدیر کی والدہ صاحبہ بلڈ پریشر کے عارضہ کی وجہ سے قریبی سینٹرل ہسپتال میں داخل ہوئیں، چند دن صحت یابی کے بعد قلب کے عارضہ کی وجہ سے ۲۸ ربیع الاول کو دوبارہ ہسپتال میں خصوصی نگہداشت کے شعبہ میں داخل کی گئیں، قارئین سے صحت یابی کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے۔

☐...... بدھ ۷، ۲۱، ربیع الاول کو پندرہ روزہ علمی وفقہی مجلس مذاکرہ منعقد ہوا

☐......جمعرات ۸؍ربیع الاول استاد الحدیث حضرت مولانا نعمان اللہ صاحب نعمانی دامت برکاتہم بانی ومہتمم جامعہ اشاعت القرآن تھاکوٹ (سوات) ادارہ میں تشریف لائے

☐......۱۲؍ربیع الاول کو ناظم ادارہ جناب حکیم محمد فیضان صاحب نجی دورہ پر ملتان تشریف لے گئے، جمعرات ۱۵؍ربیع الاول کو واپسی ہوئی۔

☐...... بروز جمعہ حسب معمول مدیر ادارہ کے مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں اصلاحی بیانات اور بعد جمعہ دینی سوال جواب کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں۔ البتہ جمعہ ۱۶؍ربیع الاول میں حضرت ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب کا بیان اور بعد جمعہ اصلاحی مجلس ہوئی۔ اسی روز بعد مغرب راولپنڈی کے ایک دینی مدرسہ میں ''محفل حسن قرأت'' کی تقریب میں شرکت کے لئے ادارہ کے بعض احباب تشریف لے گئے، مگر وہاں بعض منکرات کی وجہ سے دل برداشتہ ہوکر لوٹے۔

اخبارِ عالم چیدہ۔چیدہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ **22 اپریل (یکم ربیع الاول):** راولپنڈی: مری روڈ پر گیس سلنڈر کی دوکان میں خوفناک دھماکہ 10 افراد جاں بحق 14 زخمی 4 دوکانیں تباہ ★ گیس وبجلی کنکشن کے لئے ملکیت کے ثبوت کی شرط ختم ✍ **23 اپریل:** شمالی کوریا: دوٹرینوں میں تصادم، 3000 ہلاک، ملک بھر میں ایمرجنسی نافذ ★ ہرات میں کرزئی کے 13 حامیوں سمیت 30 افراد کو پھانسی، نعشیں چوراہوں میں لٹکادی گئیں ✍ **24 اپریل:** امریکہ نے 25 اضلاع پر طالبان کے قبضے کا اعتراف کرلیا ★ وکلاء مقدمات کی سماعت کے بار بار التواء میں فریق نہ بنیں، سپریم کورٹ ✍ **25 اپریل:** عراق میں حملے 10 امریکی ہلاک ★ موٹروے اور ہائی وے پر یکم مئی سے ڈرائیوروں کے موبائل فون استعمال پر پابندی ✍ **26 اپریل:** افغانستان: قندھار میں فوجی قافلے پر حملہ 12 امریکی ہلاک ★ حکومت نے زلی خیل قبیلے کے 50 گرفتار افراد کو بے گناہ قرار دے کر رہا کردیا ✍ **27 اپریل:** عراق: فلوجہ میں مسجد پر حملہ 8 شہید، بغداد میں دھماکہ 12 امریکی ہلاک ★ حکومت نے ٹیلی کام سیکٹر بشمول سیلولر (موبائل فون) سروسز کو صنعت کا درجہ دے دیا ✍ **28 اپریل:** فوج میں اصلاحات کی منظوری 50 ہزار جوان کم کرنے کا حکم ★ نصاب میں ایسی چیزوں کو شامل کیا گیا ہے جو ہمارے عقائد کے خلاف ہیں، نظریہ پاکستان کی بھی نفی کی گئی ہے۔مشرف کی ساری پالیسیوں سے اتفاق نہیں کیا، چوہدری شجاعت ★ عراق سے سپین کی افواج کا انخلاء گزشتہ روز مکمل ہوگیا ✍ **29 اپریل:** تھائی لینڈ میں ہنگامے، مسجد پر حملہ، 30 نمازیوں سمیت 135 شہید ★ عراق: فلوجہ میں جھڑپیں 17 امریکی فوجی ہلاک۔ ہیلی کاپٹر تباہ ✍ **30 اپریل:** بغداد: فدائی حملے میں 10 امریکیوں کے پرخچے اڑ گئے ★ امریکی فوج نے عراق میں قیدیوں پر کتے چھوڑ دیئے، سی بی ایس ٹی وی چینل نے بہیمانہ سلوک کی تصاویر جاری کردیں ✍ **یکم مئی (۱۰ ربیع الاول):** عراق: امریکہ کو بدترین شکست، فلوجہ سے پسپائی شروع ★ واشنگٹن میں پاک امریکہ حکام کا مشترکہ اجلاس: گوانتاناموبے میں قید پاکستانیوں کی رہائی کا فیصلہ ✍ **2 مئی:** سعودی عرب: مغربی امداف پر حملے، 3 امریکیوں سمیت 8 غیر ملکی ہلاک ★ وانا سے گرفتار ہونے والے مزید 78 قبائلی رہا کردیئے گئے ✍ **3 مئی:** افغانستان میں 16، عراق میں 15 امریکی فوجی ہلاک ★ باجوڑ: بے رحم سسر نے داماد کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے، داماد گل رحمٰن، اپنے مکان

کی تعمیر میں مصروف تھا، سسر نے ساتھیوں کے ہمراہ دونوں ہاتھ جسم سے علیحٰدہ کردیئے ✍ **4 مئی:** مساجد میں نمازیوں کو سخت تشویش: دن بھر میلادالنبی کے جلوس کی وجہ سے مسافروں کو راستوں میں تکلیف کا سامنا، رات بھر شور کی وجہ سے بے شمار افراد کو رات میں تکلیف کا سامنا، جلوس کے اکثر شرکاء نماز پڑھنے سے محروم رہے، جلوس میں بے پردہ خواتین کی شرکت، موسیقی کے ساتھ گانوں کے طرز پر نعت خوانی، بعض مقامات پر مصنوعی بیت اللہ اور روضہ رسول کی شبیہوں (ماڈلوں) کا طواف اور بھنگڑا، سیرتِ رسول کے تمام تقاضوں کو پس پشت ڈال دیا گیا ✍ **5 مئی:** مجلس عمل کی مرکزی قیادت کے قتل کی سازش ناکام، 3 ملزمان گرفتار ★ انسانیت سوز مظالم کا پردہ چاک ہونے پر امریکی فوج نے ابوغریب جیل سے 280 عراقی رہا کردیئے ★ سرگودھا: موٹروے پر ڈائیوو بس الٹ گئی، 12 جاں بحق، 25 زخمی ✍ **6 مئی:** ٹنڈوآدم کے قریب پشاور سے کراچی جانے والی ریل تیز رو ایکسپریس کو حادثہ 4 جاں بحق، 200 زخمی ★ امریکہ کا مزید 10 ہزار فوجی عراق بھیجنے کا اعلان ★ نائیجیریا میں عیسائیوں کا مسلمانوں پر حملہ: 200 مسلمان قتل، 120 لاپتہ ✍ **7 مئی:** عراق میں قیدیوں پر امریکی شدید اور غیر انسانی مظالم کی مزید بے شمار تصاویر جاری ★ نائیجیریا میں مسلم عیسائی فسادات جاری مرنے والوں کی تعداد 400 ہوگئی ★ ڈیڑھ سال سے قید 15 پاکستانی قیدی افغانستان کی اروزگان جیل سے فرار، تمام افراد پاکستان پہنچ گئے، اکثر کا تعلق تبلیغی جماعت سے ہے ✍ **8 مئی:** کراچی: مسجد میں خوفناک دھماکہ 15 جاں بحق، 100 زخمی، شہر میں ہنگامے پھوٹ پڑے ✍ **9 مئی:** کوئٹہ میں زلزلہ 6 افراد زخمی ★ برطانوی فوجی تشدد سے نڈھال قیدیوں کو ڈانس پر مجبور کرتے۔ فوجی مار پیٹ کر لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس بات کا مقابلہ ہوتا کہ قیدیوں کو کک مار کر کون دیوار تک گرائے گا، 26 سالہ نوجوان موسیٰ کو برطانوی فوجیوں نے تشدد کر کے جاں بحق کردیا۔ مجھے اتنا مارا کہ گردے فیل ہوگئے۔ عراقی قیدی طلحہ کا انکشاف ✍ **10 مئی:** گروزنی میں بم دھماکہ: چیچن صدر، روسی جنرل سمیت 32 ہلاک 46 زخمی ★ ممتاز سیاستدانوں نے پاکستان نیشنل فورم کے قیام کا اعلان کردیا، اصغر خان سربراہ ہونگے۔ فورم کے قیام کا مقصد آئین وجمہوریت کی بحالی، قانون کی بالادستی، عدلیہ کی آزادی اور عوام میں شعور پیدا کرنا ہے، اصغر خان کی پریس کانفرنس ★ بچوں کو ماں کا اپنا دودھ نہ پلانا چھاتی کے کینسر کا باعث بن سکتا ہے۔ طبی ماہرین ✍ **11 مئی:** عراق میں کسی صورت فوج نہیں بھیجیں گے، فرانس کا دوٹوک موقف ✍ **12 مئی:** شہباز شریف لاہور پہنچتے ہی جدہ بھجوادیے گئے ✍ **13 مئی:** شہباز شریف کے سعودیہ سے باہر جانے پر پابندی شریف فیملی کے پاسپورٹ ضبط ★ سندھ ڈیموکریٹک الائنس اور 5 لیگی دھڑوں کا ادغام

Iqra Ghufran

۔شجاعت متحدہ مسلم لیگ کے بلا مقابلہ صدر منتخب ✍ **14 مئی:** بھارتی انتخابات میں کانگریس کی فتح، واجپائی مستعفی ✍ **15 مئی:** لاہور: کچہری میں ہنگامہ، لاٹھی چارج، شیلنگ 20 وکلاء 8 پولیس اہل کار زخمی 117 جج 400 عدالتی اہل کار احتجاجاً مستعفی ✍ **16 مئی:** تبلیغی جماعت کے بزرگ رہنما حضرت مفتی زین العابدین صاحب انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون، مفتی صاحب جنوری 1917ء کو میانوالی میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم ڈابھیل میں حاصل کی، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ کے علاوہ بے نظیر کے دوسرے دورِ حکومت میں بھی قید ہوئے 4 سال سے صاحبِ فراش تھے۔ 15 مئی شام 4 بج کر 20 منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا ✍ **17 مئی:** وفاقی بجٹ 05-2004 سالانہ ترقیاتی فنڈ 160 سے بڑھا کر 180 ارب کرنے کی منظوری ★ پاکستان کے 17 شہروں کا پانی انسانوں کے لئے نا قابل استعمال قرار دے دیا گیا، اسلام آباد، راولپنڈی سمیت 18 شہروں کے پانی میں آرسینک کی موجودگی ثابت ہوئی ہے، جس سے پیٹ کی تمام بیماریاں حتیٰ کہ کینسر تک پھیل رہا ہے۔ پاکستان کے ہسپتالوں میں ہر سال کروڑوں افراد پیٹ کی بیماریوں کا علاج کرانے آتے ہیں۔ پاکستان کونسل برائے تحقیق آبی وسائل نے تین سال کی محنت، سروے اور کیمیائی تجزیوں کے بعد رپورٹ تیار کی ہے ✍ **18 مئی:** خوشاب: زمین دار کے حکم پر محنت کشوں کی بستی نذر آتش 9 جاں بحق 35 زخمی 7 اغوا، ہر طرف لاشیں ہی لاشیں ★ بغداد میں فدائی حملہ گورننگ کونسل کے صدر سمیت 11 ہلاک ★ عراق میں اقوام متحدہ کے معاون دستے کے طور پر فوج بھجوائی جا سکتی ہے، وزیر خارجہ پاکستان ★ فلسطینیوں پر مظالم کے خلاف ترکی نے اسرائیل کے ساتھ تمام معاہدے ختم کر دیئے ✍ **19 مئی:** ہندوستان: سونیا گاندھی کا وزیر اعظم بننے سے انکار ★ نصابِ تعلیم سے اسلام اور نظریہ پاکستان کا اخراج حساس معاملہ ہے، ذمہ دار افراد کے خلاف کارروائی کی جائے، قائمہ کمیٹی برائے تعلیم سینٹ ✍ **20 مئی:** نیشنل الائنس باضابطہ طور پر متحدہ مسلم لیگ میں ضم، مشرف کی خواہش پر متحد ہوئے، لغاری ★ عراق: شادی کی تقریب پر امریکی بمباری 45 شہید ★ من موہن سنگھ بھارت کے وزیر اعظم نامزد 22 مئی کو حلف اٹھائیں گے ✍ **21 مئی:** سلامتی کونسل میں فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم کے خلاف قرارداد منظور، امریکہ نے رائے شماری میں حصہ نہ لیا ★ الیکشن جیت کر عراق سے فوجیں نکال لیں گے، جان کیری ★ قبائلی لشکر کا، علاقہ شکائی میں آپریشن، کوئی غیر ملکی نہیں ملا ✍ **22 مئی:** اسرائیل میں امن و امان کے پیش نظر 40 ہزار یہودی وطن چھوڑ گئے، فلسطینی انفارمیشن سینٹر ★ افغانستان: شاہ ولی کوٹ میں جھڑپ 7 امریکی فوجی ہلاک، 3 طالبان کمانڈر شہید (واللہ اعلم بالصواب)